عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۲ | ۱۴ تا ۲۰/ شعبان ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۰ تا ۱۶/ اکتوبر ۲۰۰۳ء | شمارہ: ۲۰

قیمت: ۷ روپے

اسلام کا امن آفریں پیغام

عقیدۂ ختم نبوت اور مرزا قادیانی

کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اصلاح و محاسبۂ نفس

سامراجیت کے خلاف علماء کا کردار

Email: editorkn@yahoo.com Website: http://www.khatme-nubuwwat.org http://www.khatm-e-nubuwwat.com

قادیانی نوازوکلاء کا حشر:

س:......کیا فرماتے ہیں علمأ دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ ایک علاقہ میں قادیانیوں نے کلمہ طیبہ کے پوسٹر اپنی دکانوں پر لگا کر کلمہ طیبہ کی توہین کی' اس حرکت پر وہاں کے علمأ کرام اور غیرت مند مسلمانوں نے عدالت میں ان پر مقدمہ دائر کردیا اور فاضل جج نے ان قادیانیوں کی ضمانت کو مسترد کرتے ہوئے انہیں جیل بھیج دیا۔ اب عرض یہ ہے کہ وہاں کے مسلمان وکلاء صاحبان ان قادیانیوں کی پیروی کررہے ہیں اور چند پیسوں کی خاطر ان کے ناجائز عقائد کو جائز کرنے کے لئے جدوجہد کررہے ہیں۔ ان وکلاء صاحبان میں ایک سید ہے۔ برائے کرم قرآن اور احادیث نبوی کی روشنی میں تفصیل سے تحریر فرمائیں کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے ان وکلاء صاحبان کا کیا حکم ہے؟

ج:...... قیامت کے دن ایک طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیمپ ہوگا اور دوسری طرف مرزا غلام احمد قادیانی کا۔ یہ وکلاء جنہوں نے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قادیانیوں کی وکالت کی ہے' قیامت کے دن مرزا غلام احمد قادیانی کے کیمپ میں ہوں گے اور قادیانی ان کو اپنے ساتھ دوزخ میں لے کر جائیں گے۔ واضح رہے کہ کسی عام مقدمے میں کسی قادیانی کی وکالت کرنا اور بات ہے لیکن شعائر اسلامی کے مسئلہ پر قادیانیوں کی وکالت کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مقدمہ لڑنے کے ہیں۔ ایک طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے اور دوسری طرف قادیانی جماعت ہے۔ جو شخص دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں قادیانیوں کی حمایت اور وکالت کرتا ہے' وہ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل نہیں ہوگا' خواہ وہ وکیل ہو یا کوئی سیاسی لیڈر یا حاکم وقت۔

مرزائیوں سے تعلقات رکھنے والے شخص کا حکم:

س:......ایک شخص مرزائیوں (جو بالاجماع کافر ہیں) کے پاس آتا جاتا ہے اور ان کے لٹریچر کا مطالعہ بھی کرتا ہے اور بعض مرزائیوں سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ یہ ہمارا آدمی ہے یعنی مرزائی ہے' مگر جب خود اس سے پوچھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہیں بلکہ میں مسلمان ہوں اور ختم نبوت اور حیات و نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ الرحمۃ اور فرضیت جہاد وغیرہ تمام اسلامی عقائد کا قائل ہوں اور مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو کافر' کذاب' دجال اور خارج از اسلام سمجھتا ہوں تو کیا وجوہ بالا کی بنا پر اس شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے گا؟ اگر از روئے شریعت وہ کافر نہیں ہے تو اس پر فتویٰ کفر لگانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جبکہ ان کے عقائد مذکورہ معلوم ہونے پر بھی تکفیر کرتا ہو اور کفار والا ان کے ساتھ سلوک کرتا ہو اور اس کی نشر واشاعت کرتا ہو؟

ج:......ایسے شخص سے اس کے مسلمان رشتے دار بائیکاٹ کریں' سلام وکلام ختم کریں' اس کو علیحدہ کردیں اور بیوی اس سے علیحدہ ہوجائے تاکہ یہ شخص اپنی حرکات سے باز آئے۔ اگر باز آگیا تو ٹھیک ہے' ورنہ اس کو کافر سمجھ کر کافروں جیسا معاملہ کیا جائے۔

اگر کوئی جانتے بوجھتے ہوئے قادیانی سے نکاح کرلے تو اس کا شرعی حکم:

س:......اگر کوئی شخص کسی قادیانی عورت سے یہ جاننے کے باوجود کہ یہ عورت قادیانی ہے عقد کرلیتا ہے تو اس کا نکاح ہوا کہ نہیں اور اس شخص کا ایمان باقی رہا یا نہیں؟

ج:......قادیانی عورت سے نکاح باطل ہے' رہا یہ کہ قادیانی عورت سے نکاح کرنے والا مسلمان بھی رہا یا نہیں؟ اس میں یہ تفصیل ہے کہ:

(الف) اگر اس کو قادیانیوں کے کفریہ عقائد معلوم نہیں۔ یا

(ب) اس کو یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ قادیانی مرتدوں کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا...... تو ان دونوں صورتوں میں اس شخص کو خارج از ایمان نہیں کہا جائے گا' البتہ اس شخص پر لازم ہے کہ مسئلہ معلوم ہونے پر اس قادیانی مرتدہ عورت کو فوراً علیحدہ کردے اور آئندہ کے لئے اس سے ازدواجی تعلقات نہ رکھے اور اس فعل پر توبہ کرے' اور اگر یہ شخص قادیانیوں کے عقائد معلوم ہونے کے باوجود ان کو مسلمان سمجھتا ہے تو یہ شخص بھی کافر اور خارج از ایمان ہے۔ کیونکہ عقائد کفریہ کو اسلام سمجھنا خود کفر ہے' اس شخص پر لازم ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرے۔

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد:۲۲ شمارہ:۲۰ ۱۴ تا ۲۰/شعبان ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۰ تا ۱۶/اکتوبر ۲۰۰۳ء

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

حضرت خواجہ خان محمد زید مجدہٗ

حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہم

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

مولانا محمد اکرم طوفانی

مولانا اللہ وسایا

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

علامہ احمد میاں حمادی
مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا سعید احمد جلال پوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
سید اطہر عظیم
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد میو ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

اداریہ	4
اصلاح و محاسبہ نفس (حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ)	6
سامراجیت کے خلاف علماء کا کردار (مولانا سید واضح رشید ندوی)	9
اسلام کا امن آفریں پیغام (مولانا مصلح الدین قاسمی)	11
کاتب وحی حضرت امیر معاویہؓ (ابو شفقت قریشی سہام)	14
عقیدۂ ختم نبوت اور مرزا قادیانی (مولانا عبدالعلیم فاروقی)	15
میرے مخدوم و مربی (مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی)	19
وقت کی اہم ضرورت (مولانا محمد اسامہ سرفراز)	23
عورت (مولانا [illegible])	25

زر تعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر

زر تعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے۔ ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت اکاؤنٹ نمبر 363-8 الائیڈ بینک اکاؤنٹ نمبر 927-2 ... کراچی پاکستان ارسال کریں

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
[illegible]
Jama Masjid Bab-ur-Rahmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi.
Ph: 7780337 Fax: 7780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۵۱۴۱۲۲، ۵۸۳۴۸۶، فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ممتاز سیاستدان نوابزادہ نصر اللہ خان کی رحلت

پاکستان کی تاریخ کے نامور شہسوار‘ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے رفیق خاص‘ بزرگ سیاستدان محترم جناب نواب زادہ نصر اللہ خان آزادی کی جدوجہد‘ سیاسی معرکہ آرائی اور ہنگامہ خیز طویل زندگی گزارنے کے بعد گزشتہ دنوں اسلام آباد کے ایک ہسپتال میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے‘ بااصول‘ کھرے اور پرعزم سیاست دان تھے‘ ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے یقیناً وہ عرصہ دراز تک محسوس ہوتا رہے گا۔ مرحوم کے طرز سیاست‘ سیاسی کردار اور افکار ونظریات سے تو کوئی اختلاف کر سکتا ہے لیکن پاکستان کا ہر ذی شعور انسان یہ جانتا ہے کہ پاکستان کی ۵۶ سالہ تاریخ میں اصول پسندی کے ساتھ ساتھ‘ سیاسی وضع داری اور نوابزادگی کے ساتھ عوامی سیاست کا جو حسین امتزاج مرحوم نے مرتے دم تک قائم کیا تھا‘ اس کی مثال ملنی مشکل ہے‘ قدرت نے مرحوم کو بعض فطری صلاحیتوں سے نوازا تھا‘ جن کی بنا پر ان کی ذات پاکستانی سیاست کی مرکزی حیثیت حاصل کر گئی تھی۔ ہر دور میں آمروں کے خلاف جدوجہد میں مرحوم نے قائدانہ کردار ادا کیا اور اس راہ میں انہیں اپنی ذات کے لئے بہت سے خطرات سے گزرنا پڑا‘ قید وبند کی صعوبتیں‘ انتقامی کارروائیاں اور ترغیب وتحریص کے حربوں کا بھی انہیں سامنا کرنا پڑا‘ لیکن ان سب چیزوں کے باوجود نواب صاحب مرحوم کے پائے استقلال میں لغزش کبھی نہیں آئی اور آخری سانس تک عوام کے مفاد کے لئے جدوجہد میں مصروف عمل رہے‘ تقریباً ستر سال تک برصغیر اور پاکستان کی سیاست کی پرخار وادی میں آبلہ پا چلتے رہے‘ اور ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کیا‘ لیکن عام سیاست دانوں کی طرح ان کا دامن کبھی بھی‘ کرپشن‘ بدعنوانی‘ ضمیر فروشی اور مفاد پرستی کے داغوں سے آلودہ نہ ہوا۔

یہ درحقیقت اس تربیت کا کمال تھا جو نواب زادہ نصر اللہ خان مرحوم نے مجلس احرار کے پلیٹ فارم پر علمائے حق اور بالخصوص امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی صحبت ومعیت میں رہ کر حاصل کی تھی‘ یہی وجہ تھی کہ مرحوم نے ۱۹۵۳ء تا ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت اور ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں علمائے کرام کی صف اول کی قیادت کے شانہ بشانہ رہ کر بھرپور کام کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے باغی عناصر کو امت مسلمہ کی صفوں سے نکال باہر کرنے کی جدوجہد میں بے مثال قربانیاں دے کر علمائے کرام کی صحبت میں رہنے کا حق ادا کیا۔ مرحوم نے اسلام اور علمائے اسلام کے ساتھ اپنے اس تعلق کو کسی سیاسی مصلحت کی خاطر کبھی چھپایا نہیں‘ بلکہ جب بھی ملک میں شعائر اسلام کے تحفظ کی کوئی بھی تحریک چلی تو مرحوم نے اس کا کھلے دل ساتھ دینا اپنا مذہبی فریضہ سمجھا۔

نواب صاحب مرحوم سیاست کو عبادت سمجھتے تھے‘ ان کے خیال میں جمہوریت ہی عوام کے حقوق العباد کی ادائیگی کی ضمانت تھی‘ اس لئے انہوں نے عوام کے جمہوری حقوق کی بحالی کے لئے تمام عمر جدوجہد کا فریضہ عبادت سمجھ کر انجام دیا‘ مرحوم دنیائے اسلام کے اتحاد کے زبردست حامی تھے‘ ان کی ترکی ٹوپی اس ضمن میں ایک منفرد استعارے کی حیثیت رکھتی تھی‘ وہ دنیا اسلام کو متحد کر کے اس میں خلافت راشدہ کا نظام رائج کرنا اپنی زندگی کا نصب العین سمجھتے تھے‘ وہ سیاست میں بھی شائستگی‘ شرافت وصداقتوں کے امین سمجھے جاتے تھے۔

مرحوم ایک روایتی خشک سیاست دان نہیں تھے بلکہ برصغیر کی حالیہ تاریخ کے علمی‘ ادبی‘ تہذیبی اور تاریخی حالات سے گہری وابستگی اور واقفیت رکھنے کے ساتھ ساتھ‘ ماضی اور حال کے آئینے میں مستقبل کی صورت گری کرنے والے صاحب نظر مفکر بھی تھے‘ انہوں نے صحافت کے میدان میں بھی اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے‘ ان کو شعر وادب سے بھی خاص لگاؤ تھا‘ ان کا کمال یہ تھا کہ وہ سیاست کی الجھی ہوئی گتھیاں سلجھاتے اور درپیش حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے شعر وشاعری اور استعارہ وکنایہ کا ایسا خوبصورت انداز اختیار کرتے کہ لوگ عش عش کر اٹھتے اور یہ انداز انہیں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی صحبت میں رہ کر ملا تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اس سلسلہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ادارہ ان کے پسماندگان سے دلی

اظہار تعزیت کرتا ہے اور مرحوم کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے دعا گو ہے۔

بائیسویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام دوروزہ بائیسویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس انشاءاللہ کل مورخہ ۲،۳/ اکتوبر کو شروع ہورہی جس میں ملک بھر کی دینی قیادت، تمام مکاتب فکر کے قائدین اور نمائندے تشریف لاکر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کے موضوع پر ملک بھر سے آئے ہوئے ختم نبوت کے پروانوں سے مخاطب ہوں گے۔ اس کانفرنس کی صدارت حسب معمول عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ فرمائیں گے۔ کانفرنس مورخہ ۲/ اکتوبر بروز جمعرات صبح دس بجے شروع ہوجائے گی، ملک کے چاروں صوبوں اور پاکستان کے ہر چھوٹے بڑے شہر سے عشاق ختم نبوت اس کانفرنس میں ناموس رسالت کے تحفظ کا جذبہ لے کر شریک ہوتے ہیں۔ ملک بھر سے جماعت کے مبلغین اپنے اپنے حلقوں کی رپورٹیں پیش کرتے ہیں، جس کی روشنی میں قادیانیت کی کفریہ تبلیغ کے سدباب کے لئے اہم فیصلے کئے جاتے ہیں اور سال بھر کے لئے اس فتنہ کی سرکوبی کا لائحہ عمل قانونی دائرے میں رہتے ہوئے تیار کرکے ملک بھر سے آئے ہوئے ختم نبوت کے پروانوں کو دے دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے اپنے حلقے میں واپس جاکر قائدین ختم نبوت اور علمائے کرام کی جانب سے دیئے گئے مشوروں کی روشنی میں ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے بھرپور کام کرسکیں۔ اس کانفرنس کی مختلف نشستوں سے جن علمائے کرام کا خطاب ہوگا ان میں قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن، علامہ شاہ احمد نورانی، قاضی حسین احمد، مولانا سمیع الحق، پروفیسر ساجد میر، مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اکرم طوفانی، قاضی حمید اللہ خان، حافظ حسین احمد، لیاقت بلوچ، مولانا عبدالحمید ونو، مولانا عبدالحمید لونڈ، مولانا امجد خان، مولانا بشیر احمد، قاری سعید الرحمٰن، مولانا مفتی ابرار احمد، مولانا عبدالغفور حیدری، مولانا عبدالغفور حقانی اور جماعت کے دیگر مبلغین شامل ہیں۔ علاوہ ازیں اس کانفرنس میں مشائخ عظام بھی تشریف لائیں گے جو اپنی مقبول دعاؤں میں کانفرنس کی کامیابی کے لئے اور اس کانفرنس کے قادیانیوں کے لئے رشد و ہدایت کا ذریعہ بننے کے لئے بارگاہ رب العزت میں خصوصی دعائیں فرمائیں گے۔ کئی دنوں سے جماعت کے مبلغین اس کانفرنس کی محنت و انتظام میں لگے ہوئے ہیں، چناب نگر کے گردونواح میں دن رات محنت ہورہی ہے، ملک بھر کے علمائے کرام اور مذہبی جماعتوں کے قائدین کو دعوت نامے پہنچادیئے گئے ہیں۔ کانفرنس کے انتظامات کو سنبھالنے کے لئے انتظامیہ کی مختلف کمیٹیاں تشکیل دی جاچکی ہیں۔ ملک بھر سے ختم نبوت کے پروانے چناب نگر کی طرف روانہ ہورہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کانفرنس کو کامیابی سے ہمکنار کرے اور منکرین ختم نبوت قادیانی گروہ کے لئے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

ردقادیانیت کورس

مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں سالانہ ردقادیانیت و ردعیسائیت کورس چناب نگر ختم نبوت کانفرنس کے ختم ہوتے ہی اگلے دن سے شروع ہوجائے گا۔ ۷/ شعبان تا ۲۷/ شعبان ۱۴۲۴ھ تک یہ بیس روزہ کورس منعقد ہوتا ہے، جس میں سینکڑوں علماء اور طلباء شرکت کرتے ہیں، اسی کورس کو پڑھانے کے لئے ملک کے جید علمائے کرام مذکورہ موضوع پر علمائے کرام کو تیاری کراتے ہیں اور قادیانیوں کے کفریہ عقائد و عزائم سے انہیں مکمل طور پر آگاہ ہیں، یہ کورس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ہر سال انہی دنوں میں چناب نگر میں پڑھایا جاتا ہے۔ اس موقع پر شرکاء کو ضروری حوالہ جات بھی نوٹ کرائے جاتے ہیں اور مرزائیت کے مکروفریب سے علمائے کرام کو مطلع کیا جاتا ہے تاکہ وہ آگے امت مسلمہ کے ایمانوں کو قادیانیت کے دجل و فریب سے بچانے کا فریضہ انجام دے سکیں۔ کورس کے آخر میں امتحان میں کامیاب ہونے والے علمائے کرام کو اسناد بھی دی جاتی ہیں۔

اصلاح و محاسبۂ نفس

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ

حضرت حارث محاسبیؒ صوفیائے کرام کے امام مانے گئے ہیں۔ امام محاسبیؒ' حضرت جنید بغدادیؒ ان کے شاگرد ہیں۔ یہ بڑے درجہ کے عالم ہیں' ان کے ملفوظات میں سے ہے کہ:

"حاسب نفسک فی کل خطرۃ وراقب اللہ فی کل نفس۔"

ترجمہ: "اپنے نفس کا محاسبہ کرو ہر خطرہ میں اور مراقبہ کرو اللہ کا ہر سانس میں۔"

فرمایا: دل میں خیال آیا کہ فلاں زینت فلاں تماشہ بڑا اچھا ہے' دل میں میلان پیدا ہوا' پہلے دل میں ایک خطرہ' ایک خیال آتا ہے' اگر خطرہ کی پرورش کی جائے تو ارادہ بنتا ہے' ارادہ پر عمل آتا ہے اور عمل سے عادت بن جاتی ہے' اگر خیال پر آپ نے محاسبہ کرلیا' ذہن سے نکال دیا تو فارغ ہوگئے' ورنہ سوچتے سوچتے دل میں ارادہ ہوجائے گا اور ارادہ کسی نہ کسی وقت عمل کی صورت اختیار کرے گا۔

شیطان نیک آدمی کو یہ نہیں کہتا کہ تم زنا کرو' پہلے ایک حسین صورت دکھائی' اگر تم نے اس کی توجہ ذہن سے نہ نکالی تو بار بار آئے خیال گا' پہلی نظر اختیاری نہ تھی' دوسری نظر اختیاری ہوگی' یہ بیج آگے چل کر ایک درخت ہوجائے گا کیونکہ اس مقصود کو حاصل کرنے کے لئے ذرائع میں لگ جائے گا' یہاں تک کہ وہ گناہ صادر ہوجائے گا اور ارادہ کامل کے بعد عمل لازمی طور پر ہوجاتا ہے۔

پھر ایک مرتبہ گناہ ہوجائے تو توبہ کرلے تائب ہوجائے گا' اگر توبہ نہ کی تو یہ عادت بن جائے گی' اس واسطے فرمایا کہ اول دل میں ارادہ پیدا ہو تو محاسبہ کرو' اچھا ہے یا برا؟ اللہ کو پسند ہے یا ناپسند؟ اگر معلوم ہو کہ گناہ ہے تو اس سے بچنے کی کوشش کرو' جس میں دین جائے ایسا نفع بھی نہیں چاہئے' اگر اس کو دفع نہ کیا تو اس پر عمل ہوگا اور پھر عادت ہوجائے گی۔

حدیث میں ہے کہ ایک شخص عادی ہوجائے گناہ کا تو اس کا قلب ایسا ہوجاتا ہے جیسے الٹا برتن' جس میں کوئی چیز نہ آئے' پھر نہ کسی بھلائی کو بھلائی سمجھتا ہے اور نہ کسی برائی کو برائی' شروع خطرہ سے ہوتا ہے' جیسے ڈاکٹر جانتا ہے کہ فلاں بیماری کے جراثیم یہاں سے چلتے ہیں' وہ اس کو وہیں روکتے ہیں' اسی طرح یہ عارف' باطن کے طبیب ہوتے ہیں' وہ جانتے ہیں کہ سب سے پہلے کہاں سے گناہ پرورش پاتا ہے' شہوات نفسانی کا یہی حال ہے اس لئے شریعت نے وہیں پر محاسبہ کا حکم دیا ہے۔ فرمایا کہ پہلی مرتبہ غیر اختیاری نظر کسی پر پڑ گئی وہ گناہ نہیں' لیکن دوسری مرتبہ دیکھنا گناہ ہے' خود اختیاری ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹنی پر سوار تھے' فضل بن عباسؓ ساتھ تھے' برابر سے ایک دوسرا اونٹ گزرا' اس پر ایک عورت سوار تھی' فضل بن عباسؓ بار بار ادھر دیکھتے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا' تو خطرہ جاہ کا ہو یا شہوات کا ہو' یہ شروع میں اسی دل سے پیدا ہوتا ہے۔

سب سے پہلے نظر پر پہرہ بٹھایا' آج سارے جہاں میں یہ بے پردگی کا عذاب عام ہے' لوگ کہتے ہیں کہ نظر ڈالنے سے وسوسہ نہیں آتا' یہ جھوٹ ہے' شیطان کا دھوکہ ہے' یہ ممکن ہی نہیں کہ بار بار نظر ڈالے اور دل میں وسوسہ نہ آئے' آج بازار میں چلنا مشکل ہوگیا ہے' اس کا علاج یہی ہے کہ ایسی تفریحات' ایسی مجالس' ایسی جگہ سے بچنا چاہئے جہاں عورتیں اور مرد جمع ہوں' اپنے اہل و عیال میں اسی کی فکر کریں کہ پردہ قائم ہو' جس شریعت نے نظر پر پہرہ بٹھایا تھا اس کے ماننے والے آج اپنی لڑکیوں کو بے باکانہ بازاروں میں بے پردہ پھرا رہے ہیں' اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ترقی ہے' سب سے بڑا عذاب امت پر آج بے حیائی' بے پردگی کا مسلط ہے اور کوئی اس کی پرواہ نہیں کرتا' کسی کو ہوش نہیں ہے' بڑے بڑے پاکباز عالم بھی اس پر توجہ نہیں کرتے' بزرگوں کو نظر سے پتہ چل جاتا تھا کہ کون کیسی نظر ڈال کر آیا ہے' آج ترقی کا زمانہ سمجھتے ہیں' غیرت و حمیت برباد ہورہی ہے' ساری نیکی و تقویٰ برباد

کرنے کے بعد کچھ ٹکے ہاتھ آجائیں تو یہ ترقی ہے؟ یہ عارف لوگ اسی کو جڑ سے اکھاڑنے کی بات بتلاتے ہیں کہ دل میں کوئی خطرہ آجائے تو اس کو دفع کرو۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ خطرہ دل میں آنا غیر اختیاری ہے؟

حضرت نے فرمایا: خطرہ جب بلا اختیار آئے تو پہلی نظر پڑنے کے مترادف ہے' یہ معاف ہے' جیسے سامنے اچانک ایک لڑکی آجائے' اب دوبارہ نہ دیکھو' اسی طرح خطرہ دل میں آجائے' تو یہ غیر اختیاری ہے لیکن پھر اس کی پرورش کرنا' اس کے راستے اختیار کرنا یہ وبال ہے' اور یہ اختیاری ہے۔

آدمی سب سے پہلے اس بات کا خیال کرے کہ اگر دل میں شیطان وسوسہ ڈالے تو یہ اس کو دور کرنے کی کوشش کرے' اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا' اس کو تقویت اللہ پاک کی طرف سے ملے گی۔

اللہ تعالیٰ کا مراقبہ کرو ہر سانس میں' اب سانس کی طرف توجہ کرو' ایک سانس کی قیمت کے آگے ساری دنیا کی دولتیں ہیچ ہیں۔ ہارون رشیدؒ دین دار لیکن عیش پسند بادشاہ تھے' اس کے زمانہ میں ایک مجذوب بہلولؒ نام کے تھے' ان کو دربار میں آنے کی عام اجازت تھی' وہ ایک روز دربار میں پہنچے تو دیکھا کہ بادشاہ عمدہ گلاس میں شربت لے کر پینا چاہتے تھے' پوچھا: اے امیر المومنین! اگر آپ کو بہت پیاس لگی ہو اور کوئی شخص آپ کو آدھی سلطنت کے بدلہ یہ گلاس دینا چاہے تو دے دیں گے یا نہیں؟ بادشاہ نے کہا کہ ضرور دے دوں گا' بہلولؒ نے فرمایا: یہ آدھی سلطنت کا سودا ہے' اگر یہ پیٹ میں جا کر رک گیا' پیشاب نہ ہوا' پھر دوسری آدھی سلطنت اس پیشاب کے بدلے دے دیں گے یا نہیں؟ بادشاہ نے کہا: ہاں دے دوں گا۔ بہلولؒ نے فرمایا: بس ایک گلاس کی قیمت ساری سلطنت ہے' تو جو کنوئیں پی کر خالی کردیے ان کی کیا قیمت ہے؟

دہلی میں ایک حکیم تھے عابد بھی تھے اور فیاض بھی' انہوں نے سنایا کہ بمبئی کا ایک کروڑ پتی سوداگر بھاگا ہوا آیا اور کہا کہ میرا باپ مر رہا ہے' ایسی دوا دے دیجئے کہ تجوری کی چابیاں ہم کو معلوم نہیں ہیں' ہم کو اس کی فکر نہیں کہ باپ مرے یا بچے' یہ بلکہ بتائے کہ چابیاں کہاں ہیں؟ ایک دفعہ اس کی زبان کھل جائے۔

حکیم صاحب نے فرمایا کہ پچاس ہزار روپیہ لوں گا' چنانچہ انہوں نے دوا دی' زبان پر دوا ڈالنے سے زبان ایک لمحہ کے لئے کھل گئی۔

یہ سانس جانتے ہو کیا چیز ہے؟ تمہاری عمر کے اجزاء ہیں' ایک سانس گھٹ گیا تو ایک جزو عمر کا کم ہوگیا' عربی کا ایک شعر ہے (جس کا مطلب یہ ہے کہ) تیری ساری عمر کیا ہے؟ کچھ سانس ہیں جو اللہ تعالیٰ کے یہاں گنے ہوئے ہیں' تمہیں ان کی تعداد معلوم نہیں' جب تم جانتے ہو کہ یہ قیمتی اجزاء ہیں تو ان کو خالی نہ جانے دو۔

صوفیائے کرام نے ایسی باتیں ہم کو بتائی ہیں کہ کوئی سانس اللہ کی یاد سے خالی نہ جائے' سانس اندر گیا' ایک نعمت ہے' باہر آیا' یہ دوسری نعمت ہے' کیا انعام ہے خداوند کریم کا۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ محاسبہ کرو اپنے نفس کا قبل اس کے کہ اللہ کے یہاں اس کا حساب ہو' ہوشیار تاجر انکم ٹیکس میں جانے سے قبل اپنا حساب تیار رکھتا ہے' یہ دکاندار دو رجسٹر رکھتے ہیں' مگر اللہ پاک کے یہاں دو رجسٹر نہیں چلیں گے' انکم ٹیکس کی آخری شرح (اس دور کی) یہ ہے کہ روپے میں سے ساڑھے پندرہ آنے حکومت کے' دو پیسے دکاندار کے' کون ایسا بے وقوف ہے جو ایسا ہونے دے گا؟ یہی وجہ ہے چوری کی' اگر یہ کام اچھا ہوتا تو زیادہ لوگ انکم ٹیکس ادا کرتے' مگر انکم ٹیکس انسپکٹر کے ہاتھ پر کچھ رکھ کر اس کو چلتا بھی کرسکتے ہیں۔

مگر جہاں تک اس علیم و خبیر کے محاسبہ کا تعلق ہے وہاں یہ سب کچھ نہیں چلے گا' محشر کے حال سے پہلے یہاں جانچ کرلو' حدیث میں ہے کہ یاد رکھو! قیامت کے میدان میں جہاں نہ کوئی سایہ ہوگا نہ چھپنے کی جگہ' نہ درخت نہ پہاڑ نہ اونچا نیچا' ساری مخلوق اس میدان میں کھڑی ہے' دھوپ تیز ہے' کوئی آدمی اپنی جگہ سے نہ ہلے گا' جب تک پانچ سوالوں کا جواب نہ دے دے گا' آج امتحان کے سوالات خفیہ رکھے جاتے ہیں' قبل از وقت معلوم ہوجانے سے یہ کہتے ہیں کہ پرچہ آؤٹ ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ نے ظاہر کردیا ہے' چھاپ دیا ہے' یہ پانچ سوال ہوتے ہیں' ساری عمر اس کی تیاری کرلو:

۱:...... اپنی عمر کس کام میں صرف کی؟ اتنے سانس کی تعداد' ساری عمر کا محاسبہ۔

۲:...... جوانی جو عمر کی بہترین شے تھی' اس طاقت کو کہاں لگایا؟ بوڑھا بچہ تو شاید ہمت' طاقت کے کام نہ کرسکے' جوان تو پہاڑ اٹھا کر رکھ دے' تو نے ہمارے لئے کیا کیا؟

۳:...... یہ مال جو تم نے کمایا' کہاں سے کمایا؟ حلال سے یا حرام سے؟

۴:...... یہ مال جو تم کو دیا تھا' کس طرح خرچ کیا؟ حرام میں یا حلال میں؟ اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے احکام میں؟

۵:...... جو ہم نے علم دیا تھا' جس درجہ کا بھی دیا تھا' عام علم مسلمانوں کو یہ ہے کہ جھوٹ' چوری' شراب اور دھوکہ یہ حرام ہیں' جو علم دیا تھا' اس سے کیا عمل کیا؟ ہم نے تم کو اپنے رسول' اپنے نیک بندوں کی معرفت علم پہنچایا' اس پر تم نے کہاں تک عمل کیا؟

عقلمند وہ ہے جو ان سوالوں کے جواب کی

تیاری کرے جو حساب حشر میں لیا جائے گا اس کو آج سوچ لیں، ساری عمر تیاری کر لیں اللہ تعالیٰ نے بتا رکھا ہے یہ سوال ضروری ہیں۔

آج اکاؤنٹس کا زمانہ ہے اکاؤنٹس مستقل فن بن گیا ہے ان حسابات میں جس طرح لگے ہوئے ہیں ایک اور بھی اکاؤنٹس ہے ہمارا جو ضروری ہے جن کے خزانے سے یہ چیزیں ملی ہیں وہ ہم سے حساب لینے والے ہیں۔

ایک دوست مجھے ایک ڈرائی کلین کی مشین دکھانے لے گئے میں نے یہ فکر کی کہ کپڑے کے داغ دھبے دور کرنے میں کیا کیا کوششیں کیں ہزاروں مصالحے ہزاروں مشین لاکھوں روپیہ برباد کیا وہ کپڑا جو کچھ ہی دنوں میں بوسیدہ ہو کر ختم ہو جائے گا اس کا حال معلوم ہے کہ یہ داغ آج چھوٹ جائے گا کل نیا ہو جائے گا ہلکا ہوتے دھوتے ختم ہو جائے گا اس کا تو اتنا اہتمام ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک گناہ کرنے سے قلب پر ایک دھبہ لگ جاتا ہے دوسرے گناہ سے دوسرا یہاں تک کہ قلب سیاہ اور الٹا ہو جاتا ہے دنیا کی کوئی دولت اس قلب کے برابر نہیں ہے اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھ رہے ہیں، اس کو بتا رہے ہیں اس کے داغ دھبے دھو کر دور کرو اس کی ڈرائی کلین والے صوفیائے کرام اور علمائے عظام ہیں۔

اسی لئے فرماتے ہیں کہ آج حساب لے لو اپنے نفسوں کا اور یہ کچھ مشکل نہیں، یہ جو آمد و خرچ کا ہم روز حساب کرتے ہیں، پانچ منٹ میں اپنے روزانہ کے اعمال کا محاسبہ کر لیں تو بہت سی برائیوں سے نجات مل جائے۔

آگے فرمایا کہ اپنے اعمال کو تو لو قبل اس کے کہ حشر کے دن ترازو میں تولے جائیں، کثرت اعمال مقصود نہیں، بھاری اعمال کی ضرورت ہے، وزن اللہ کے ہاں اعمال کا ہے، ذخیرہ روئی کے گالوں کی طرح نہ ہو تھوڑا ہو لیکن خالص اور وزنی ہو، وزن اعمال کا آتا ہے، نیت درست ہو، صحابہ کرامؓ کی شان یہ تھی کہ ایک مد (آدھا سیر) کے برابر خرچ کرتے تو دوسرے لوگوں کے پہاڑوں کے برابر خرچ کئے ہوئے سے بڑھا ہوا تھا، یہ ان کے اخلاص کی برکت تھی۔

ہم نیک کام کرتے ہیں تو اس میں بھی شیطان کچھ دنیا کے نفع کا لالچ ہمارے دل میں ڈال کر ان اعمال کا وزن ہلکا کر دیتا ہے، دل لگا کر نماز پڑھی تو وزن ہے، بغیر خشوع کی نماز کا وزن نہیں ہے۔

فرمایا: حشر میں اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے آج اس کی تیاری کر لو آج ہمارا وجود ایک چلتا پھرتا کارخانہ ہے اس میں ایسی چیز تیار کرو جو حشر کے دن کام آئے۔

فرمایا کہ اپنے دل میں صرف اللہ تعالیٰ سے

باقی صفحہ 13 پر

جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا (رجسٹرڈ)

میں اکابر علماء کرام و مشائخ عظام کی مشاورت
اور دعاؤں سے شوال المکرم ۱۴۲۴ھ سے

دورہ حدیث

کا اجرا کیا جا رہا ہے انشاء اللہ

جامعہ کا اجمالی خاکہ: ☆ ۱۹۵۶ء میں جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا کی بنیاد استاذ العلماء حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی۔ ☆ ۱۹۸۲ء میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ کو حکومت پنجاب سے باقاعدہ رجسٹرڈ کرایا۔ ☆ ۱۹۹۷ء میں جامعہ کی نشاۃ ثانیہ ہوئی۔ ۱۹۹۷ء سے اب تک ۱۱۲۳ طلبہ درجہ کتب میں اور ۱۰۳۳ طلبہ درجہ حفظ میں داخل ہوئے اور باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ ☆ ۱۹۹۷ء سے اب تک ۶۲ طلبہ درجہ موقوف علیہ اور ۱۱۵ طلبہ شعبہ حفظ سے فارغ ہو چکے ہیں۔ ☆ گزشتہ چار سال سے جامعہ میں درجہ موقوف علیہ تک درجات تعلیم تھے۔ اکابر علماء و مشائخ کی دعاؤں، مشاورت اور حکم سے آئندہ تعلیمی سال شوال المکرم ۱۴۲۴ھ سے بتوفیق اللہ تعالیٰ دورہ حدیث شریف کا اجراء کیا جا رہا ہے۔ متعلقین و احباب سے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے، دورہ حدیث شریف کے طلبہ داخلے کے دنوں میں ہی رابطہ فرمائیں۔

خصوصیات: ☆ باصلاحیت، محقق، نیک اور صالح اساتذہ کرام ☆ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر بھی خصوصی توجہ ☆ خالص تعلیمی ماحول ☆ اوقات اسباق و تکرار و مطالعہ کی مکمل نگرانی ☆ مستحق طلبہ کی مکمل کفالت ☆ دورہ حدیث و درجہ موقوف علیہ کے لئے عمومی و دیگر درجات کے مستحق طلبہ کے لئے وظائف کا اجراء ☆ حاضری کے پابند اور نمایاں تعلیمی کارکردگی کے حامل طلبہ کے لئے انعامی وظائف کا اجراء ☆ عوام الناس کو روز مرہ پیش آنے والے مسائل کے لئے دارالافتاء منظم انداز سے کام کر رہا ہے، جس سے اب تک سینکڑوں فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں ☆ وفاق المدارس میں جامعہ کے نتائج حوصلہ افزا رہے ہیں۔

اعلان داخلہ: درجہ کتب (درس نظامی) از ابتدائیہ تا دورہ حدیث شریف کے قدیم و جدید طلبہ کا داخلہ مورخہ ۸ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ مطابق ۳ دسمبر ۲۰۰۳ء بروز بدھ شروع ہوگا انشاء اللہ۔ حفظ و ناظرہ کا داخلہ جاری رہے گا۔ مورخہ ۱۰ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ مطابق ۵ دسمبر ۲۰۰۳ء بروز جمعہ باقاعدہ پڑھائی شروع ہو جائے گی۔ انشاء اللہ داخلے کے خواہش مند طلبہ داخلے کے دنوں میں ہی رابطہ فرمائیں۔

جامعہ مفتاح العلوم (رجسٹرڈ) چوک سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا
فون: 213297 220758

سامراجیت کے خلاف علماء کا کردار

مولانا سید واضح رشید ندوی

اسلام نے انسانی ذہن میں اپنی تعلیمات کے ذریعہ جو تبدیلی پیدا کی وہ آزادی کا تصور ہے جو مسلمان کی زندگی کے ہر شعبہ میں ظاہر ہوتا ہے یہ آزادی اس معنی میں نہیں جس معنی میں مغربی مفکرین کے یہاں پائی جاتی ہے جو ناقابل عمل ہونے کی وجہ سے صرف دینی و اخلاقی قدروں سے آزادی میں محصور ہو کر رہ گئی ہے اسلام میں آزادی کا تصور خدائے واحد کی مطلق غلامی سے مربوط ہے اور خدائے واحد کی جو مصرف عالم ہے غلامی اختیار کرنے کے بعد انسان دوسری ساری غلامیوں سے آزاد ہو جاتا ہے یہاں تک کہ زندگی جاہ و شرف مال و ثروت کی بھی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور اپنی خواہش کو خدا کی مرضی کے تابع بنا دیتا ہے سب سے زیادہ قیمتی چیز جان ہے وہ اپنی جان کو خدا کی دی ہوئی ایک امانت سمجھتا ہے اس لئے کہ وہ خدا کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے اور خدا کی راہ میں جان دینے کو اپنے لئے سب سے بڑا شرف اور سعادت سمجھتا ہے۔

نیک مقصد کے لئے جان دینے پر بڑے اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے اس میں "لتکون کلمة الله هی العلیا" اور "فی سبیل الله" کو جو درجہ حاصل ہے وہ تو مشہور و معروف ہے لیکن جو اپنی حفاظت میں اپنے گھر کی حفاظت میں جس میں ملک کی حفاظت بھی شامل ہے جان دیتا ہے وہ شہید کا رتبہ حاصل کرتا ہے۔ ترمذی کی روایت ہے:

"عن سعید بن زید قال سمعت رسول اللهﷺ یقول: من قتل دون ماله فهو شهید ومن قتل دون دینه فهو شهید ومن قتل دون دمه فهو شهید ومن قتل دون اهله فهو شهید."

فتح اسلامی اور سامراج دو متضاد چیزیں ہیں۔

فتح اسلامی انسان کو غلامی سے آزادی دلانے کے لئے ہے جیسے حضرت ربعی بن عامر نے رستم کے سامنے فرمایا تھا:

"الله ابتعثنا لنخرج العباد من عبادة العباد الی عبادة الله وحده ومن جور الادیان الی عدل الاسلام."

یہ دونوں شکلیں اسلام سے پہلے پائی جاتی تھیں مذہبی سامراج اور عسکری سامراج صرف مغلوب اور مقہور اور مظلوم ہوتا ہے۔ اسلام نے مذہب سیاست اقتصادیات سماجیات اور انسان کے شرف و عزت کی حفاظت کی ہے اور مساوات پیدا کرنے پر زور دیا ہے ناحق قتل نفس کو قرآن و حدیث میں سب سے بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے بلکہ ایک نفس کے قتل کو پوری قوم کے قتل کے مساوی قرار دیا گیا ہے اور اس کے لئے سخت اصول و ضوابط مقرر کئے گئے ہیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں نے طویل مدت تک کم تعداد میں ہونے کے باوجود حکومت کی اور کسی بڑی بغاوت کا ان کو سامنا نہیں کرنا پڑا اس لئے کہ انہوں نے ہندوستان کو علمی تمدنی اور اخلاقی لحاظ سے اعلیٰ تصور حیات عطا کیا ہندوستان کو ایک متحدہ ملک کی حیثیت دی اس کی سرحدوں کی حفاظت کی سماجی ظلم سے اس کو نجات دلائی مذہب کے نام پر غلامی کے تصور کو ختم کیا جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا:

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

آخری عہد میں جب اسلامی تعلیمات پر عمل کمزور ہو گیا تو طرح طرح کے فتنے مسلمانوں کے سامنے آئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا عہد اس کی مثال ہے اس وقت کا معاشرہ اعلیٰ سیاسی سطح کا ہو یا عوامی سطح کا علماء کی سطح کا ہو یا جہلاء کی سطح کا اس پر سے اسلام کی گرفت کمزور پڑ گئی تھی اور اس میں غلامی کی شکلیں اور استحصال کی وجہ پیدا ہو گئی تھیں عدل و انصاف کا معیار باقی نہیں رہا تھا اس لئے اندرونی اور بیرونی خطرات پیش آئے اور آخر کار وہ نظام ٹوٹ گیا جو اپنے مقصد سے منحرف ہو گیا تھا۔

اس عہد کے علماً نے اس انحراف کا بھی مقابلہ کیا اور سیاسی عسکری خطرات کا بھی مقابلہ کیا اور یہ ان کی مذہبی ذمہ داری تھی انہوں نے اسلامی حکومت کو بچانے کی کوشش کی جس نے متحدہ ہندوستان اور متحدہ سماج کا تصور دیا عدل و انصاف قائم کیا مساوات اور برابری کا تصور عام کیا علم و تمدن کے مراکز قائم کئے اس کے بعد جب بیرونی قوت نے حملہ کیا تو اس کے مقابلے میں انہوں نے دوسرے طبقات کے مقابلہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ملک کی آزادی کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں قربان کیں اس کو خود انگریز مورخین تسلیم کرتے ہیں خاص طور پر حضرت سید احمد شہید کی تحریک سے وابستہ علماً اور غیر علماً نے آزادی کی اس تحریک میں سب سے زیادہ نمایاں حصہ لیا اس لئے سب سے زیادہ انتقامی کاروائیوں کا ان کو ہی سامنا کرنا پڑا اس کی تفصیلات خود انگریز مورخین کی تحریروں میں ملتی ہے اور اس کی سب سے بڑی مثال نئے حکمرانوں کا رویہ ہے جو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف عام طور پر اور علماً دین کے خلاف خاص طور پر اپنایا انہوں نے صرف ان کو بے دخل کرنے کی کوششیں ہی نہیں کیں بلکہ ایسی تاریخ مرتب کی جس سے وہ ملک دشمن اور تہذیب دشمن ثابت ہوں۔

آزادی کی یہ تحریک جس کا سب سے زیادہ مظاہرہ ۱۸۵۷ء میں ہوا اور اس میں مسلمانوں نے ہی قیادت کی بعد میں انہیں انگریزوں کے انتقام کا نشانہ بننا پڑا تحریک آزادی کچھ عرصہ کے لئے تعلیم و تربیت اور ذہنی غلامی سے حفاظت کے میدان میں منتقل ہو گئی جس کی وجہ سے یہ سارے تعلیمی و تربیتی ادارے نظر آرہے ہیں جن کی وجہ سے سامراج کے زمانہ میں ذہنوں کی تبدیلی آئی۔

اسلام میں ایک ایسا تصور حیات و ممات ہے جو دوسرے ادیان میں نہیں ہے اس کی وجہ سے مسلمان کی زندگی حیات کے اعتبار سے اور ممات کے اعتبار سے مثالی زندگی ہے اور یہی متوازن تصور مسلمانوں کے دنیا کے فلاسفوں اور طاقتوں پر غلبہ کا سبب ہے اور جب یہ متوازن تصور حیات و ممات یعنی دونوں مالک حقیقی کے حکم اور مرضی کے مطابق ہوں غالب آئے گا تو مسلمانوں کو دنیا میں غلبہ حاصل ہوگا اور کوئی طاقت ان لوگوں کو اپنے سامنے جھکا نہ سکے گی۔ شاعر کہتا ہے:

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

زندگی گزارنے اور جان دینے کے جو اعلیٰ نمونے مسلمانوں کی تاریخ میں ملتے ہیں وہ دوسری قوموں کی تاریخوں میں نہیں ملتے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی میں یہ اعلیٰ توازن بہت نمایاں نظر آتا ہے۔

بہتر زندگی اور بہتر موت مسلمان کا اس لحاظ سے شعار ہے کہ وہ فاتح عالم بھی ہے اور معلم عالم بھی وہ تمدن کا مؤسس اور بانی بھی ہے اور وہ حریت فکر، بحث و تحقیق مساوات اور انسانی قدروں کو فروغ دینے والا بھی۔

وہ انسان کی غلامی کو سب سے بڑی لعنت سمجھتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ جو انہوں نے والی مصر حضرت عمرو ابن العاصؓ کے صاحبزادے کے قصہ میں کہا تھا اس تصور کی سب سے اعلیٰ مثال ہے انہوں نے فرمایا:

"تم نے ان (لوگوں) کو کب سے غلام بنالیا جب کہ ان کو ان کی ماؤں نے آزاد پیدا کیا تھا۔"

اس لئے انسان کی غلامی کا مسلمان سب سے بڑا دشمن اور اس کے مقابلہ میں سب سے زیادہ پیش پیش نظر آتا ہے مسلمانوں میں حریت فکر اور جوش عمل اور ملک کی خدمت کا جذبہ پایا جاتا ہے اور وہ آزمائش کے وقت قربانی دینے میں دوسروں سے آگے رہتے ہیں غلامی ذہنی ہو یا سیاسی وعسکری دونوں قوم کے تشخص کو ختم کر دیتے ہیں اور دونوں سے آزادی حاصل کرنا قیادت کے لئے ضروری ہے۔

خلافت عثمانیہ کے زوال کے بعد عالم اسلام پر سامراج نے جب قبضہ کرنے کی کوشش کی تو سب سے بڑی تحریک ہندوستان سے شروع ہوئی جو دراصل سارے عالم کی آزادی کی تحریک بنی خود ہندوستان ہی کی تحریک آزادی کو بھی اس تحریک خلافت سے روح ملی۔

ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں علماً کی اکثریت شریک ہوئی اور دارالعلوم دیوبند اور اس کے وہ علماً و مدرسین جن کو آج کل مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے اس تحریک میں دوسرے طبقوں سے زیادہ نمایاں تھے اس شرکت اور قربانی کا آزادی کے بعد انہوں نے کوئی صلہ قبول نہیں کیا ان میں سے متعدد کو حکومت کی طرف سے اعزازات کی پیش کش ہوئی لیکن انہوں نے اسے قبول کرنے سے معذرت کی جس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے نام مثال کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں۔

انگریزوں سے نفرت اور سامراج سے عداوت علماً کی نفسیات میں شامل ہے۔

مسلمانوں کے اس عظیم اور روشن تاریخی کردار کو مورخین نظر انداز کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ ان لوگوں کا نام لینے سے بھی گریز کرتے ہیں جو علماً کے طبقہ سے تعلق نہیں رکھتے تھے مگر مسلمان ہونے کے ناطے وطن اور انسان کی آزادی کے لئے تحریک میں شریک ہوئے اور جانیں دی۔

☆☆..........☆☆

اسلام کا امن آفریں پیغام

مولانا مصلح الدین قاسمی

آج پورا عالم اسلام جس بدامنی و انارکی اور انتشار و لامرکزیت کا شکار ہے' تمدنی ترقیات اور معاشی سرگرمیوں کے دھارے میں جس طرح بہہ رہا ہے' وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے' ہر طرف بنیاد پرستی' شدت پسندی و جنگجویانہ سرگرمیوں کا دور دورہ ہے' پوری دنیائے انسانیت خون میں نہا رہی ہے' ہر چہار جانب خون کے فوارے چھوٹتے نظر آرہے ہیں' قیمتی جانیں ضائع ہو رہی ہیں' ہر ایک دوسرے کے حق میں زہر قاتل بنا ہوا ہے' بغض و عناد' کینہ کپٹ' بدگمانی' بے اعتمادی' عزت و آبرو کی بے وقعتی' مردم آزاری و آدم بیزاری' عقل پر جذبات کی حکمرانی' دور اندیشی پر کوتاہ اندیشی کا غلبہ' عوامی مفاد پر ذاتی اغراض کو ترجیح' جذبات کے پیچھے بہہ جانے اور کھوکھلے نعروں کے پیچھے دیوانہ بن جانے کی عادت جیسی بیماریاں لوگوں کے دلوں میں جڑ پکڑ چکی ہیں' اور یہ ایسی بیماریاں ہیں جو بڑی سے بڑی قوم اور ملک کا خاتمہ کر دیتی ہیں اور موت کے گھاٹ اتار دیتی ہیں' اسی طرح تنگ نظری' مفاد پرستی' حد سے بڑھا ہوا احساس برتری' جذبات سے مغلوب ہو جانے' روئی کی طرح جلد آگ پکڑ لینے اور بارود کی طرح بھک سے اڑ جانے کی صلاحیت کسی ایک میدان میں محدود اور کسی ایک فرقے کے ساتھ مخصوص نہیں رہ سکتی' نفرت و انتقام کی بڑھی ہوئی ہوس کی آگ کو اگر جلانے کے لئے ایندھن نہ ملے تو وہ خود کو کھانے لگتی ہے' دور جاہلیت کے ایک حقیقت پسند عرب شاعر نے کہا تھا:

"النار تاکل نفسہ
ان لم تجد ما تاکلہ"

ترجمہ: "آگ اپنے کو کھانے لگتی ہے' اگر اس کو کچھ اور کھانے کو نہ ملے۔"

اور اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آج پوری دنیائے انسانیت ان تمام مہلک امراض میں مبتلا ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ پورے عالم میں عجیب و غریب قسم کی بحرانی کیفیت چھائی ہوئی ہے' دنیا کے کسی گوشے میں چین و سکون نظر نہیں آرہا ہے۔

پہلے یہ کہا جاتا تھا کہ جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے' مگر اب تو دنیا ترقی کر رہی ہے' تہذیب و تمدن اور علم کا دور دورہ ہے' اب تو ہونا یہ چاہئے کہ انسانوں کے مابین حائل فاصلے کم ہوتے' آپس کے روابط و تعلقات میں اضافہ ہوتا' لیکن یہ سب کچھ نہیں ہو رہا ہے' جتنا علم بڑھتا جا رہا ہے' اتنا ہی انسانوں کی باہمی خلیج میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے' آخر ایسا کیوں ہے؟ اس کے اسباب کیا ہیں؟ اور ان حالات میں اسلام کا امن آفریں پیغام کیا ہے؟

یہ ایک ایسا چبھتا ہوا سوال ہے جو ہر اس ہوش مند کے دل میں پیدا ہو رہا ہے' جسے انسانیت سے ہمدردی ہے' جسے رنگ' علاقہ' زبان اور قوم سے زیادہ انسانیت عزیز ہے' مگر اس سوال کا جواب اور اس بحرانی کیفیت کے اسباب کا پتہ قرآن و حدیث کے مطالعے سے چلے گا' چند اسباب درج ذیل ہیں:

۱:...... ہمارے علوم اب برائے معلومات اور حصول نفع رہ گئے ہیں' ان کے ساتھ انسانی ہمدردی اور جذبہ خدمت کا سبق ختم ہو گیا ہے' جب کہ اسلام میں انسانی ہمدردی اور انسانیت نوازی پر بہت زور دیا گیا ہے۔

۲:...... نشر و اشاعت کے وہ وسائل و ذرائع جو معلومات اور حصول تفریح کے لئے ایجاد کئے گئے تھے' ان سے اب اکثر و بیشتر ایسے اخلاق

سوز اور حیا سوز مناظر پیش کیے جانے لگے جو محبت والفت اور انسانیت کی جوت جگانے کے بجائے جرائم پیشہ بننے کا ذہن تیار کرنے لگے۔

۳:...... سامان عیش و تنعّم کی نت نئی ایجادات نے حصول مال و جاہ کی ایسی حرص پیدا کردی ہے کہ انسان کے لئے انسان کی جان لینا اتنا آسان ہوگیا ہے جتنا کسی فصل کو نقصان پہنچانے والے کیڑے مکوڑوں کو مارنا۔

فتنہ وفساد کے ان اسباب ومحرکات پر کھلی آزادی اور چھوٹ کے ساتھ اہل قلم کتنے ہی اچھے مضامین لکھیں اور حالات کا تجزیہ کریں' خون خرابے میں کوئی کمی نہیں آسکتی' اخلاقی فساد و بگاڑ کو دور نہیں کیا جاسکتا' یہ فساد و بگاڑ جب بڑھتا ہے اور اس کی فکر نہیں کی جاتی تو وہ افراد سے تجاوز کرکے جماعتی' قومی اور علاقائی بنیادوں پر پھیل جاتا ہے اور پھر یہ سلسلہ بڑھتا ہوا پوری دنیا پر محیط ہوجاتا ہے' اس وقت پوری دنیا کی جو صورت حال ہے اور جس کا ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہیں' اس میں یہی اسباب وعوامل کام کررہے ہیں۔

اب رہا یہ کہ اس نازک مرحلے اور انتشار کے دور میں اسلام کا پیغام کیا ہے؟ اور کن اصولوں کے اپنانے کی اسلام تلقین کرتا ہے؟ جن سے عالم اسلام کی اس بحرانی کیفیت میں سدھار پیدا ہو' تو سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم مسلمان ہیں' ہمارا ایمان قرآن و حدیث کی لازوال اور انمٹ تعلیمات پر ہے' ہمارے لئے قرآن وحدیث اور اسوۂ نبوی ہی وہ قیمتی تحفہ ہے جو حلقۂ گرداب میں پھنسی ہوئی کشتی کو ساحل تک پہنچا سکتا ہے' ذلت وخواری کے عمیق غار سے نکال کر عزت وکامرانی کے اعلیٰ مراتب تک پہنچا سکتا ہے' یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اسوۂ نبوی کو اپنانے کی تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة."

(سورۂ احزاب:۲۱)

ترجمہ: "تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اچھا نمونہ ہے۔"

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو پوری دنیا میں عام کریں' سیرت نبوی کے ہر گوشے کو اجاگر کریں اور دنیا کے چپے چپے میں یہ بات پہنچادیں کہ اس بحران اور انتشار کو دور کرنے کے لئے آپ کی تعلیمات ہی واحد راستہ ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سیرت طیبہ میں عام انسانوں کی صلاح وفلاح اور اثر انگیزی کا غیر معمولی سامان ہے' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا سب سے بڑا مشن اور نصب العین انسانی قدروں کا تحفظ کرنا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پامال وبرباد کی جاچکی تھیں' چنانچہ یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہے کہ جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت ورسالت کا لافانی پیغام لے کر اس کارگہ عالم میں جلوہ گر ہوئے' اس وقت کی بحرانی کیفیت اور مردم بیزاری اس وقت سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی تھی' بلکہ اس وقت تو شرافت وانسانیت اور اخلاق ومروت اپنا بستر لپیٹ چکی تھی' بسیط ارضی پر چہار سو یاس وناامیدی کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں' تہذیب و تمدن' شائستگی اور حسن معاشرت کی کوئی چیز نظر نہ آتی تھی' اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اسوہ کارگر ہوا' آپ کے جلوہ افروز ہوتے ہی اس بحرانی کیفیت میں سدھار آنے لگی' برے اخلاق اور گندی خصلتوں کے خیمے اکھڑنے لگے۔ تشدد' ظلم وبربریت آپس کے اختلاف و تنازع اور باہمی کشیدگی کی دیوار ڈھے گئی' جب آپ نے اپنے نورانی اخلاق وکردار' صالح و پاکیزہ زندگی اور اسلامی طرز معاشرت سے دنیا والوں کو روشناس کرایا تو پوری دنیا نے آپ کی تعلیمات پر لبیک کہا اور وہی لوگ جو دنیا کی قوموں میں سب سے پست تھے' وہ دنیا والوں کے لئے معلم ومربی بن گئے' جو رہزن تھے وہ رہبر بن گئے' جن کی زندگی فسق وفجور کی نذر تھی وہ اتنے بلند ومقدس مرتبے پر فائز ہوگئے کہ صداقت وپاکیزگی کو ان کے انتساب سے شرف ہونے لگا' جو مردہ تھے وہ زندہ ہی نہیں بلکہ دوسروں کو زندگی دینے والے بن گئے سچ ہے:

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرماجانے کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی آپ کی سنت پر پوری طرح عمل کیا' انہیں آپ کی ہر ادا سے عشق تھا' اسی لئے آپ کی حیات اقدس' آپ کے حالات اور آپ کی سیرت وصورت کو انہوں نے اپنے اذہان میں اس طرح محفوظ کرلیا تھا کہ ایک

طرف صحت و درستگی کا یہ انتظام انصرام تھا کہ قرآن کے علاوہ دیگر کسی آسمانی صحیفے کو بھی اس طرح محفوظ نہ کیا گیا' اور وسعت و تفصیل کا یہ عالم تھا کہ افعال و فرامین' صورت و سیرت' رفتار و گفتار' اخلاق و عادات' طرز زیست و معاشرت' چلنے پھرنے' اٹھنے بیٹھنے' سونے جاگنے' ہنسنے بولنے' خورد و نوش اور لباس و پوشاک کی ایک ایک ادا اور حالات و واقعات کا ایک ایک حرف ضبط کرلیا اور عملی زندگی میں ان سب کو برت کر دکھایا۔

آج بھی محسن انسانیت' رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب ہستی کا ایک ایک ورق مشعل ہدایت بن کر عالم کے سامنے ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج چشم ظاہر سے گو مستور ہیں' لیکن اسوۂ رسولؐ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے' وہ قدم جن کی زیارت ہمارے لئے اوج سعادت تھی' آج ہماری نظروں سے اوجھل ہیں لیکن' نقش قدم موجود ہیں مگر لوگ اس سے رہنمائی حاصل نہیں کررہے ہیں' یہ عملی کوتاہی ہی نہیں ذہنی افلاس کی علامت بھی ہے کہ جو حیات طیبہ قدم قدم پر رہنما ہے اور جس کا ایک ایک جزیہ محفوظ ہے' اس کی روشنی میں ہم کوئی لائحہ عمل مرتب نہ کرسکیں اور دنیوی نقشوں میں اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے میں اپنی توانائیاں ضائع کردیں۔

آج عالم اسلام کے بحران کو ختم کرنے اور امن و سکون پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم زندگی کے ہر گوشے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو ملحوظ رکھیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کی فکر کریں' ہر شخص اپنا محاسبہ کرکے اپنی کوتاہیوں کو دور کرنے کی کوشش کرے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حال یہ تھا کہ ان میں سے ہر ایک کو یہ فکر لگی ہوئی تھی کہ میرا کوئی فعل میرا کوئی عمل' میرا کوئی قول' میری کوئی ادا اللہ تبارک وتعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف تو نہیں ہے؟ اور جب یہ فکر لگی ہوئی ہو تو پھر جب وہ کسی دوسرے سے کوئی اصلاح کی بات کہتے تو وہ بات دل پر اثر انداز ہوتی' اس سے زندگیاں بدلتیں' اس سے انقلاب آتے اور انقلاب برپا کرکے دنیا کو بھی دکھا دیا۔

ہماری حالت یہ ہے کہ ہم دوسروں کو نصیحت کررہے ہیں اور خود ہمارا عمل اس پر نہیں ہے' اس لئے اولاً تو اس بات کا اثر ہی نہیں ہوگا اور اگر اثر ہو بھی گیا تو سننے والا جب یہ دیکھے گا کہ یہ خود اس کام کو نہیں کررہے ہیں اور ہمیں نصیحت کررہے ہیں' اگر یہ کام اچھا ہوتا تو پہلے یہ خود عمل کرتے' اس طرح وہ بات ہوا میں اڑ جاتی ہے اور اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نے جو انقلاب برپا کیا اور صرف ۲۳ سال کی مدت میں پورے جزیرۂ عرب کی کایا پلٹ دی' یہ انقلاب اس لئے آیا کہ آپؐ نے امت کو جس بات کے کرنے کا حکم دیا' پہلے خود اس پر اس سے زیادہ عمل کیا' اگر ہم بھی یہ طریقہ اپنالیں اور اپنے قول و عمل میں یکسانیت پیدا کرلیں' اپنے آپ کو اخلاقی' ذہنی اور عملی اعتبار سے ممتاز ثابت کردیں تو یقیناً چمن کی روٹھی ہوئی بہار پلٹ کر قدموں میں آجائے گی۔ ☆☆

بقیہ اصلاح ومحاسبہ نفس

خوف کرو یعنی دین کے معاملہ میں جہاں کوتاہی ہو' اس کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے دور کرنے کی کوشش کرو اور خیر کی امید اللہ تعالیٰ ہی سے رکھو' تمام امور میں خیر کے طالب اللہ سے رہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دنیا ساری چیزوں سے ڈرتی ہے' ملازم آقا سے' تاجر نقصان سے لیکن دراصل سوائے گناہ کے اور کوئی چیز ڈرنے کی نہیں' برباد کرنے والا اصل میں اس کا گناہ ہے' اور امید سوائے اپنے رب کے کسی اور سے نہ رکھو' جو رنج پیش آتے ہیں وہ اس لئے پیش آتے ہیں کہ دوستوں اور عزیزوں سے امیدیں باندھ رکھی ہیں' وہ پوری نہیں ہوتیں' پھر روتے ہیں' رب ہی وہ ذات کریم ہے جو تمہاری امیدیں پوری کرسکتی ہے' اول تو دوست احباب مدد کرنے کا ارادہ ہی نہیں کرتے' پھر وہ ارادہ کریں بھی اور مدد نہ کرسکیں تو وہ محتاج ہیں۔ اللہ پاک مختار ہیں' خود مختار سے مانگو محتاج سے نہ مانگو۔ اللہ پاک اس پر ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆..........☆☆

قارئین اور جماعتی احباب متوجہ ہوں

قارئین اور دیگر جماعتی احباب سے اپیل ہے کہ قادیانیوں کی شرانگیز سرگرمیوں اور ان کی ارتدادی تبلیغ کی اطلاع ملتے ہی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقامی دفتر کو اس سے آگاہ کریں تاکہ قادیانیوں کی اس فتنہ انگیزی کا بروقت سد باب کیا جاسکے اور مسلمانوں کے ایمان کو بچایا جاسکے۔

کاتبِ وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

ابو شفقت قریشی سہام

قبیلہ قریش کی شاخ بنو امیہ کے فرزند ارجمند حضرت امیر معاویہؓ فتح مکہ کے موقع پر ۲۳ برس کی عمر میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور اس کے بعد اسلام کی خدمت کو اپنا شعار بنالیا' آپؓ کا شمار ممتاز صحابہ کرامؓ میں ہوتا تھا۔ خداداد ذہانت اور قابلیت کی وجہ سے آپؓ کو کاتب وحی ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ عہد رسالت کے بعد خلفائے راشدین کے عہد خلافت میں بھی انہوں نے اعلیٰ خدمات سرانجام دے کر خوب نام پیدا کیا اور اعلیٰ مراتب حاصل کئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں فوج کے ایک دستے کے سپہ سالار رہے جبکہ حضرت فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر انہیں دمشق کا گورنر مقرر کیا گیا اور پھر حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں آپؓ کو پورے شام کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اس دوران آپ ہر دلعزیز ہوگئے اور بے حد شہرت حاصل کی۔ حضرت امیر معاویہؓ کی باقاعدہ خلافت کا آغاز ۴۱ھ میں ہوا۔ عنان حکومت سنبھالنے کے بعد اموی حکومت کو مصر اور شام میں خوب مستحکم کر کے اس کی باقاعدہ ابتدا کی۔ سب سے پہلے آپؓ نے افغانستان اور مکران کی طرف سے حملہ کر کے سندھ کو فتح کرلیا اور اسلامی مملکت کی حدود ہندوستان تک پہنچادیں۔ اس کے بعد ترکستان کی طرف متوجہ ہوئے پہلے سعدانہ کے پایہ تخت کو جہاں ایک عورت حکمران تھی فتح کیا اور پھر سمرقند کے حکمران سے سات لاکھ درہم سالانہ پر صلح کرلی' اس کے بعد ترمذ کو فتح کرلیا' دو عرب سالاروں عقبہ بن نافع اور معاویہ بن خدیج کی معاونت سے شمالی افریقہ کا بہت سا حصہ فتح کر کے اسلامی مملکت میں شامل کرلیا۔ عقبہ بن نافع نے بربریوں کی باغیانہ سرگرمیوں کا قلع قمع کرنے کے لئے قیروان کی چھاؤنی قائم کر کے اس خطرے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دور کردیا۔ رومیوں سے جنگوں کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے آپؓ نے فیصلہ کن معرکے کے لئے ایک بحری بیڑا تیار کیا' قسطنطنیہ پر بحری حملہ کرنے والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی' چنانچہ بیشتر صحابہ کرامؓ نے جن میں حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی شامل تھے' اس معرکے میں شرکت اختیار کی' جس کی قیادت سفیان بن عوف کے سپرد تھی۔ مسلمانوں نے کئی دن تک قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا' سمندر کا کنارہ ہونے کے باعث محاصرہ طویل کرنا ممکن نہ تھا' فصیل بہت اونچی تھی جہاں سے رومی آگ کے تیر مسلمانوں پر برساتے تھے' آخرکار محاصرہ اٹھانا پڑا' کیونکہ موسم بھی مسلمان مجاہدین کے حق میں فائدہ مند نہ تھا۔ شوق شہادت میں عبدالعزیز کلبی دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور رومیوں نے ان کو نیزوں سے شہید کردیا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ نے رحلت فرمانے سے پہلے خواہش ظاہر کی کہ ان کو دشمن کی حدود کے بہت اندر دفن کیا جائے' چنانچہ میزبان رسولؐ کو قسطنطنیہ کی دیوار کے نیچے دفن کیا گیا اور رومیوں کو خبردار کیا گیا کہ اگر انہوں نے مزار کی بے حرمتی کی تو اسلامی حکومت میں رومی کبھی نہ بچ سکے گا۔

حضرت امیر معاویہؓ کی کامیابیوں میں ان کے خاص رفقاء اور مشیروں کا بہت ہاتھ تھا' جن میں عمرو بن العاصؓ' مغیرہ بن شعبہؓ اور زیاد بن ابی سفیانؓ سرفہرست ہیں۔ سپہ سالاری ان کے خاندان میں برسوں سے چلی آرہی تھی' جس کا اثر ان پر بھی نمایاں تھا۔ آپؓ نے نہ صرف اندرونی طور پر مملکت کو مستحکم کیا بلکہ بیرونی فتوحات سے اسلامی سلطنت کی توسیع بھی کی۔ مفتوحہ علاقوں کا نظام چلانے کے لئے انہیں صوبوں میں تقسیم کیا۔ آپؓ نے فوج کے محکمے پر خصوصی توجہ دے کر اسے بے حد مستحکم اور منظم کیا۔ بحری جہازوں کی تعداد میں ۵۰۰ تک اضافہ کر کے ان پر بحری سپہ سالار مقرر کیا۔ مصر میں بحری جہاز بنانے کا ایک کارخانہ قائم کر کے جہاز سازی کا کام شروع کردیا۔ موسم سرما اور

باقی صفحہ 22 پر

عقیدۂ ختم نبوت اور مرزا قادیانی

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو مقدس شریعت لے کر دنیا میں مبعوث ہوئے، وہ خدا کی آخری اور دائمی شریعت ہے، جو بالکل واضح اور روشن ہے، نہ تو اس میں کوئی الجھاؤ ہے اور نہ ہی کسی قسم کا ابہام، اسی طرح جن پاکباز ہستیوں نے اس دین متین کو ذات رسالت سے براہ راست حاصل کیا اور آنے والی نسلوں تک حد درجہ ذمہ داری اور کمال دیانت وثقاہت کے ساتھ منتقل کیا، ان کی شخصیات علم وعقل، فضل وکمال، فہم وتدبر، ذہن ومزاج اور طہارت وپاکیزگی کے اعتبار سے کامل واکمل ہیں، یہی وجہ ہے کہ دین اسلام کو مٹانے یا اس کے مزاج وطبیعت کو بدلنے کے لئے جب مخالفین اسلام کی طرف سے کوئی کوشش یا سازش رونما ہوئی تو ان حضرات نے کبھی اس کو برداشت نہ کیا اور سربکف میدان عمل میں اتر آئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ آغاز میں، جب فتنہ ارتداد اٹھا اور مدعیان نبوت نے اپنی جھوٹی نبوتوں کے محل تعمیر کرنے کی ناکام کوشش کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ان جھوٹے دعویداران نبوت کے محلوں کو اپنی ٹھوکروں سے گرا کر پوری دنیا کو بتا دیا کہ قصر نبوت کی تکمیل ہو چکی، اب اگر کوئی اس محل کے سامنے دوسرا محل بنائے گا تو اسے زمیں بوس کر دیا جائے گا۔

ہمارے زمانہ میں تقریباً ایک صدی قبل قادیانی فتنہ کا وجود ہوا، جس کی بنیاد انیسویں صدی عیسوی میں مرزا غلام احمد قادیانی نے رکھی، یہ شخص ۱۸۳۸ء میں پنجاب کے ایک گاؤں قادیان ضلع گورداسپور میں پیدا ہوا۔ وہیں اس نے ابتدائی تعلیم

مولانا عبدالعلیم فاروقی

حاصل کی اور کچھ دیگر فنون وعلوم کا مطالعہ کیا، اس کے بعد طویل مدت تک اس نے انگریزی حکومت کی ملازمت کی۔ ابتداً اس نے دعویٰ کیا کہ اللہ کی طرف سے اسے یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرز پر مخلوق خدا کی اصلاح کرے، پھر آہستہ آہستہ وہ مسلسل گمراہیوں کی طرف بڑھتا رہا، کبھی کہتا تھا کہ مجھ میں حضرت عیسیٰ کی روح حلول کر گئی ہے اور کبھی یہ دعویٰ کرتا تھا کہ مجھے جو الہامات و مکاشفات ہوتے ہیں، وہ توریت، انجیل اور قرآن پاک کی طرح خدا کا کلام ہیں، اس نے یہ بھی کہا کہ آخری زمانہ میں قادیان میں حضرت عیسیٰ ”نزول فرمائیں گے اور یہ بھی دعویٰ کیا کہ مجھ پر دس ہزار سے زائد آیات اتاری گئی ہیں اور قرآن کریم، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے سابقین نے میری نبوت کی شہادت دی ہے، اور اس شخص نے اپنے گاؤں قادیان کو مکہ اور مدینہ کے ہم رتبہ اور اپنی مسجد کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد سے افضل کہا اور اس بات کی لوگوں میں تبلیغ کی کہ یہی وہ مقدس بستی ہے جس کو قرآن پاک میں ”مسجد اقصیٰ“ کے نام سے ذکر کیا گیا ہے اور جس کا حج کرنا فرض ہے۔ یہ اور ان جیسے نامعلوم کتنے دعوے اس نے کئے جو اس کی اور اس کے متبعین کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی دراصل ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھنے کا خواہشمند تھا جس کے لئے اس نے پوری کوشش کی، وہ اسی لئے انگریزوں کا اطاعت گزار رہا جن کی ان دنوں ہندوستان میں حکومت تھی اور ان کی خدمت گزاری اور کاسہ لیسی میں اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ گزارا اور زبان وقلم سے انگریزوں کی محبت وخیرخواہی اور ہمدردی کا خوب خوب اظہار کیا۔ انگریزی حکومت کو بھی اپنے اغراض ومقاصد کے لئے یہ شخص موزوں نظر آیا، چنانچہ اس نے بڑی تیزی سے اپنا کام شروع کیا، پہلے مجدد ہونے کا دعویٰ

کیا اور پھر چند قدم آگے بڑھ کر امام مہدی بن گیا' کچھ دن اور گزرے تو مسیح موعود بن بیٹھا اور آخرکار منصب نبوت کا مدعی ہوگیا' انگریز نے جو چاہا تھا وہ پورا ہوا۔ حکومت انگلشیہ نے اس کی سرپرستی کا پورا حق ادا کیا اور اس کی حفاظت میں کوئی کمی نہ کی' ہر طرح کی سہولتیں اور مراعات اسے بہم پہنچائیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہمیشہ حکومت کے احسانات کا معترف رہا اور صاف طور پر اس نے یہ اقرار کیا کہ: "میں حکومت برطانیہ کا خود کاشتہ پودا ہوں"۔ اور ایک جگہ اپنی وفاداریوں اور خدمت گزاریوں کو گنواتے ہوئے لکھتا ہے:

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے' اور میں نے ممانعتِ جہاد اور انگریز کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھا کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔" (تریاق القلوب صفحہ ۱۵' از مرزا غلام احمد قادیانی)

خلاصۂ گفتگو یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی خودساختہ جھوٹی نبوت کے ثبوت میں اور عقیدۂ ختم نبوت کو مٹانے کے لئے بھرپور جدوجہد کی' یہاں تک کہ مسلمہ اصول اور قرآنی نصوص وقطعیات کا انکار کیا اور ان کی من مانی' بے جا اور رکیک تاویلات کیں' جب کہ عقیدۂ ختم نبوت مسلمانوں کا ایک ایسا اجماعی اور قطعی عقیدہ ہے جس میں کسی قسم کی تاویل وتوجیہ کی کوئی گنجائش نہیں' اس عقیدہ کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے یہی کافی ہے کہ چودہ سو برس سے تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور آخری نبی ہیں۔

عقیدۂ ختم نبوت:

صدر اسلام سے آج تک تمام مسلمان یہی مانتے رہے ہیں اور آج بھی اسی پر ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر باب نبوت کلی طور پر بند کردیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا مشہور اور بنیادی عقیدہ ہے کہ عامی سے عامی مسلمان بھی اسے دین کے اساسی اور ضروری عقائد میں شمار کرتا ہے۔ اس عقیدہ پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ قرآن پاک نے بھی بڑی صراحت وصفائی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم "خاتم النبیین" ہیں۔ یہ عقیدہ دراصل دینِ اسلام کی حیات اجتماعی اور امت کی شیرازہ بندی کا محافظ ہے اور اس پر ہمیشہ مسلمانوں کا اجماع رہا ہے اور اس اجماع کی حکایت بھی متواتر ہے۔ قرآن وسنت اور اجماع امت تینوں میں جابجا "ختم نبوت" پر واضح اور روشن دلائل موجود ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

"ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین"

ترجمہ: "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں' وہ تو اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔"

آیتِ قرآنیہ میں "خاتم" کا لفظ "ت" کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ یہی مطلب واضح کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں یا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم فرمادیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص مقامِ نبوت پر سرفراز نہ ہوسکے گا۔ اب اگر کوئی شخص اس کا دعویٰ کرے تو وہ ایسی چیز کا مدعی ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں (بلکہ ایسے مدعی نبوت سے دلیل طلب کرنا بھی کفر ہے)۔

"خاتم النبیین" کا یہی مطلب ماہرین لغت نے لکھا ہے کہ خاتم القوم' آخر القوم کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ "لسان العرب" جو لغتِ عرب کی مشہور ومستند کتاب ہے' اس میں لکھا ہے:

"ختامُ القوم وخاتمهم آخرهم ومحمد صلی الله علیه وسلم خاتم الانبیا."

پھر آگے لکھتے ہیں:

"وخاتم النبیین ای آخرهم."

"القاموس" اور اس کی شرح "تاج العروس" میں بھی "خاتِم" اور "خاتَم" کے معنی یہی تحریر کئے ہیں اور اسی کو تمام محققین وعلمائے مفسرین نے اختیار کیا ہے۔ امام ابن کثیرؒ "خاتم النبیین" کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اس کے رسول نے اپنی متواتر سنت میں بتایا ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ آپؐ کے بعد جو بھی شخص اس مقام کا دعویٰ کرے گا' وہ انتہائی جھوٹا' مکار' دجال اور لوگوں کو گمراہ کرنے والا ہوگا۔"

امام آلوسیؒ اپنی تفسیر "روح المعانی" میں لکھتے ہیں:

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی خبر قرآن میں دی گئی ہے، سنت میں بھی اسے دو ٹوک الفاظ میں بیان کیا گیا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اس پر پوری امت کا اجماع ہے۔ لہٰذا جو شخص اس کے خلاف دعویٰ لے کر اٹھے گا، اسے کافر قرار دیا جائے گا۔"

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء علیہم السلام کرتے تھے، ایک نبی وفات پاجاتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" (بخاری)

ایک دوسری جگہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے، ہر ایک اپنے متعلق دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔"

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث اور صحابہ کرامؓ کے متعدد آثار سے قطعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت و رسالت کا سلسلہ بند ہوگیا۔ اگر عقل و درایت کی روشنی میں ختم نبوت پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلۂ نبوت کے جاری رہنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی پر نبوت ختم نہ ہونے کے تین اہم اور بنیادی اسباب ہیں:

۱:...... یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیاء علیہم السلام مختلف ادوار میں دنیا میں تشریف لائے، ان میں سے کسی کی نبوت بھی عام نہ ہوا کرتی تھی۔ ہر نبی کسی ایک خاص قوم یا کسی خاص بستی کے لئے ہوا کرتا تھا، اس لئے ضرورت ہوتی تھی کہ دوسری قوم اور دوسری بستی کے لئے دوسرا نبی بھیجا جائے۔

۲:...... اجرائے نبوت کی دوسری وجہ یہ تھی کہ انبیائے سابقین جب دنیا سے تشریف لے جاتے تو ان کے چلے جانے کے بعد ان کی شریعت میں تحریف ہوجاتی تھی، اور خداوند قدوس نے کسی بھی شریعت کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لی تھی، بنا بریں ضرورت پڑتی تھی کہ دوسرا نبی آئے اور اس کو نئی شریعت دی جائے یا سابقہ شریعت کی اس کے ذریعہ سے اصلاح کرائی جائے۔

۳:...... یہ کہ انبیائے پیشین جو شریعت لے کر مبعوث ہوئے، اس کو اللہ نے اکمال کا شرف عطا نہیں فرمایا۔ اسی لئے ان کا لایا ہوا دین غیر اکمل ہوتا تھا۔

مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یکے بعد دیگرے انبیاء علیہم السلام آتے رہے اور سلسلۂ نبوت دراز ہوتا رہا، مگر جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی و رسول بنا کر دنیا میں بھیجا تو ان تینوں امور سے پورے طور پر مطمئن کردیا گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت بھی پوری دنیا کے لئے عام کردی، چنانچہ قرآن پاک میں اس مضمون کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا، کبھی تو ارشاد ہوا:

"وما ارسلناک الا کافة للناس بشيرا و نذيرا."

اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ اعلان کرایا گیا:

"قل یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً."

اور اسی مضمون کو اس طرح بھی ذکر فرمایا گیا:

"وما ارسلناک الا رحمة للعلمین."

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو ابدی اور دائمی فرما کر اس کو رد و بدل اور تحریف و تنسیخ کے عمل سے محفوظ فرمادیا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اپنے اوپر لے لی:

"انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون."

اور پھر یہ بھی خوشخبری سنادی گئی کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے دین کو اکمل فرمادیا:

"الیوم اکملت لکم دینکم."

اور:

"هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله."

نقل و شریعت و درایت ہر اعتبار سے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جو شریعت ہم کو ملی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری، ابدی، دائمی اور قیامت تک باقی رہنے والی شریعت ہے۔

(جاری ہے)

عالمی خبریں

۶/ستمبر کی طرح ۷/ستمبر کو بھی یوم ختم نبوت کے حوالے سے سرکاری سطح پر منایا جائے

’’یوم ختم نبوت‘‘ پر علامہ احمد میاں حمادی‘ قاری کامران احمد کا خطاب

ٹنڈو آدم (رپورٹ: حافظ محمد زاہد حجازی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے فیصلے کے مطابق جامع مسجد ختم نبوت ٹنڈو آدم میں یوم ختم نبوت کے حوالے سے ایک عظیم الشان پروگرام منعقد ہوا جس کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صوبائی کنوینر علامہ احمد میاں حمادی نے کی۔ اس اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا قاری کامران احمد (حیدرآباد) نے کہا کہ جس طرح ۶/ستمبر پاکستان کی تاریخ کا ایک اہم دن ہے کہ اس دن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر لئے گئے ملک کا دفاع کیا گیا اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ کہیں بڑھ کر ۷/ستمبر کا دن اہم ہے کیونکہ اس دن ایمان‘ ختم نبوت اور اسلام کی بنیاد کا دفاع کیا گیا۔ اس اجتماع سے پروفیسر مفتی حفیظ الرحمٰن رحمانی‘ مولانا محمد راشد مدنی‘ مفتی محمد طاہر مکی نے بھی خطاب کیا جبکہ مقامی جماعت کے نائب امیر حافظ حسین انصاری‘ ناظم اعلیٰ حکیم حفظ الرحمٰن‘ نشر و اشاعت سیکریٹری محمد اعظم قریشی‘ ماسٹر محمد سلیم مدنی نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے علمائے کرام نے کہا کہ ملک میں قادیانیوں کی غیر آئینی اور غیر قانونی سرگرمیاں حد سے تجاوز کر چکی ہیں اور حکومت خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔ اگر قانونی تقاضے پورے نہ کئے گئے تو ملک میں مسلمان اپنے نبی کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے بیدار ہو جائیں گے۔ ان رہنماؤں نے کہا کہ مرحوم ذوالفقار علی بھٹو اور مرحوم صدر جنرل ضیاء الحق دونوں مسلم قوم کے ہیرو تھے اور دونوں نے اپنی آخرت سنواری۔ جنرل پرویز مشرف اور ان کی حکومت کو چاہئے کہ وہ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قادیانی جماعت کا راستہ روکیں۔

گستاخان رسول قادیانیوں کے خلاف مقدمات لڑنا میرے لئے باعث سعادت ہے: منظور احمد میو راجپوت ایڈووکیٹ

ٹنڈو آدم (نمائندہ خصوصی) وکیل ختم نبوت منظور احمد میو راجپوت ایڈووکیٹ جھوٹے مدعی مہدویت شمس الحسن زیدی کذاب کے خلاف مقدمہ کی پیروی کرنے کے لئے ٹنڈو آدم پہنچے تو مفتی محمد طاہر مکی‘ انجمن طلباء مدارس ختم نبوت کے جنرل سیکریٹری محرم علی راجپوت اور دیگر حضرات نے ان کا استقبال کیا۔ کورٹ سے واپسی پر علامہ احمد میاں حمادی کی رہائش گاہ پر مولانا محمد راشد مدنی‘ مولانا زاہد حجازی‘ انجمن طلباء مدارس ختم نبوت کے امیر محمد عمران قائم خانی‘ حافظ فرقان بسطامی‘ حافظ کامران انصاری اور دیگر سے بات چیت کرتے ہوئے منظور احمد میو راجپوت ایڈووکیٹ نے کہا کہ مہدویت کے جھوٹے دعویدار اور گستاخان رسول قادیانیوں کے خلاف مقدمات لڑنا میرے لئے باعث سعادت ہے بلکہ یہ میرے ایمان کا حصہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک جسم میں خون کا آخری قطرہ بھی موجود ہے میں ناموس رسالتؐ کے تحفظ کے لئے سربکف ہوں۔

قادیانیوں کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ایک زانی‘ شرابی اور بددیانت شخص کو نبی کا درجہ دے دیا

سکھر (نمائندہ خصوصی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مفتی حفیظ الرحمٰن‘ مولانا محمد حسین ناصر‘ رحمانیہ مسجد کے خطیب حافظ محمد زمان اور دیگر علمائے کرام نے رحمانیہ مسجد میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ایک زانی‘ شرابی اور بددیانت شخص کو نبی کا درجہ دے دیا۔ قادیانی ملک کے اندر بدامنی پھیلا کر اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

میرے مخدوم و مربی

مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی

۸/ستمبر ۲۰۰۳ء بمطابق ۹/رجب المرجب ۱۴۲۴ھ بروز دوشنبہ بوقت دوپہر ڈھائی بجے میرے مخدوم و مربی پیارے "چچا" شہید اسلام حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی نوراللہ مرقدہٗ کے برادر عزیز، خاندان کے چشم و چراغ، زہد و تقویٰ، علم و عمل اور شرافت و دیانت کے پیکر جناب حاجی عبدالستار صاحب ملتان والے رحلت فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حق تعالیٰ شانہ نے مرحوم کو بہت سی صفات سے نوازا تھا: کریم الطبع، شریف النفس، صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، خوش اخلاق و بامروت، مہمان نواز، غریب پرور، خلق خدا کے نفع رساں، ذاکر و شاغل اور متشرع تھے۔ خاندان کے سربراہ اور علاقہ کے بزرگ تھے۔ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی نوراللہ مرقدہٗ سے بیعت وارادت کا تعلق تھا۔

حضرت چچاجی مرحوم ۶/ستمبر بروز ہفتہ ملتان سے کراچی شہید اسلام حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی نوراللہ مرقدہٗ کے فرزند ارجمند (اپنے بھتیجے) مولوی محمد یحییٰ لدھیانوی کے ختم بخاری اور خاندان کے ایک بچہ اور بچی کے نکاح کی تقریب میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ چونکہ خاندان کے بزرگ اور سربراہ تھے اس لئے اپنی آغوش میں دونوں خوشیاں نچھاور کرنے آئے تھے لیکن تقدیر اپنا فیصلہ کچھ اور سنا چکی تھی۔ زندگی کا سفر تمام تر مسافتیں سمیٹ چکا تھا اور تقدیر نے کراچی کو آخری نشان متعین کردیا تھا۔ بندہ ناچیز نے جب تقدیر کے اس حادثہ پر غور کیا تو فرضی طور پر خیال آیا، ہوسکتا ہے کچھ حقیقت بھی ہو کہ ہمارے آقا و مربی حضرت لدھیانوی شہیدؒ کی شہادت کے بعد پورے خاندان کو بہت بڑا غم و الم کا سامنا کرنا پڑا۔ چچا جان چار بھائی تھے جن میں سے تین بھائی بتدریج یکے بعد دیگرے اس دار فانی کو داغ مفارقت دے گئے اور ہر ایک بھائی کو دوسرے سے انتہادرجہ کی محبت و عقیدت تھی، خصوصاً حضرت شہیدؒ سے۔ حضرتؒ کی شہادت کے بعد چچا بہت زیادہ تنہائی محسوس کرتے تھے۔ بات بات پر حضرت شہیدؒ کا ذکر خیر فرماتے تھے۔ ہفت روزہ "ختم نبوت" ہو یا ماہنامہ "بینات" کا اداریہ، باقاعدگی سے اس کا مطالعہ فرماتے اور گھر کے افراد کو سناتے تھے۔ اسی طرح حضرت شہیدؒ کی کوئی بھی تصنیف سامنے آجاتی تو اس کو پڑھ کر رو دیتے اور آنسوؤں کی ایک لڑی دیر تک آنکھوں سے بندھی رہتی تھی۔ فرماتے تھے کہ بھائی صاحب (حضرت لدھیانویؒ) بڑے عجیب اور اونچے آدمی تھے۔ یہ یاد دنیوی معاملات کی بنا پر نہ ستاتی تھی بلکہ دینی محبت و عقیدت کی بنا پر یاد کیا کرتے تھے کہ علم و عمل کے نورانی مجسمہ کی برکات و دعوات سے محرومی ہوچکی ہے، حضرت شہیدؒ تو اپنے حسن خاتمہ کی بنا پر اعلیٰ علیین میں پہنچ چکے ہوں گے لیکن ہمیں اپنی جدائی کا دائمی غم دے گئے ہیں۔

واقعہ رحلت:

۸/ستمبر کو مسجد خاتم النبیین (جہاں حضرت شہیدؒ مدفون ہیں) میں فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد آپ نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور ایصال ثواب کے لئے حضرت شہیدؒ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ کافی دیر تک قبر پر بیٹھے رہے۔ پھر اشراق پڑھ کر صاحبزادہ مولانا محمد طیب لدھیانوی (حال مقیم مسجد خاتم النبیین) کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ ناشتہ کیا اور گھریلو معاملات کے سلسلہ میں گفتگو فرمارہے تھے کہ اچانک سردرد کی شکایت ہوگئی۔ راقم الحروف چچاجی مرحوم کے قدموں کی طرف بیٹھا ہوا تھا۔ فرمانے لگے کہ سر میں شدید درد شروع ہوگیا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید تکان کی وجہ سے ایسا ہورہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ دھیمی سی آواز میں فرمایا کہ شدید تکلیف ہورہی ہے۔ بندہ نے سر

دبانا شروع کیا اور دم بھی کیا لیکن افاقہ نہ ہوا بلکہ پریشانی بڑھتی گئی حتیٰ کہ چاچا جی تکلیف کی وجہ سے آناً فاناً نڈھال ہوگئے۔ فوری طور پر ایک قریبی ہسپتال میں لے جایا گیا' بلڈ پریشر وغیرہ کا معائنہ کروایا اور علاج معالجہ کی بروقت کوشش کی لیکن یہ تکلیف جان لیوا ثابت ہوئی۔ چند ہی لمحوں میں چاچا جی اس دار فانی کو خیر باد کہہ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

سچ ہے موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ اس قانون سے نہ کوئی نبی مستثنیٰ ہے' نہ ولی' نہ عالم نہ جاہل' نہ نیک نہ بد' نہ مومن نہ کافر' نہ شاہ نہ گدا' اپنے اپنے وقت پر سبھی گئے اور سب ہی کو جانا ہے لیکن جانے والوں میں کچھ ایسے خوش نصیب بھی ہوتے ہیں کہ زندگی ان کے نقش پا سے راستے ڈھونڈتی ہے' لوگ ان کے نور سے روشنی حاصل کرتے ہیں' شرافت ان پر ناز کرتی ہے' مجروح قلوب ان کے انفاس سے مرہم شفا پاتے ہیں' بے کس و درماندہ افراد ان کے سایہ رحمت میں پناہ لیتے ہیں' وہ شمع کی مانند خود پگھلتے ہیں مگر مخلوق خدا پر روشنی کرتے ہیں' خود جلتے ہیں مگر دوسروں کو جلا بخشتے ہیں' خود بے چین و بے قرار رہ کر دوسروں کو راحت و سکون عطا کرتے ہیں۔ حضرت چاچا جی بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھے' بظاہر تو انہوں نے اپنی زندگی ایک سرکاری دفتر میں گزاری مگر یہ زندگی ایک مثالی زندگی تھی' آپ نے اس عرصہ میں نہایت قناعت' امانت و دیانت کے ساتھ بغیر کسی لالچ و طمع کے ہر کام سرانجام دیا' رشوت سے سخت نفرت تھی' دوسروں کے کام کر کے دلی راحت محسوس کرتے تھے' دفتر کے تمام متعلقین ان کی زندگی پر رشک کیا کرتے تھے۔ ملازمت کے دورانیہ سمیت پوری زندگی سائیکل کی سواری کی۔ استطاعت ہوتے ہوئے بھی اچھی سواری خریدنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے تھے۔ رہائش کے لئے بقدر ضرورت چند کمرے بنوائے۔ جن پر پلستر کے علاوہ رنگ وغیرہ کرانے کو ضروری نہ سمجھا۔ سخاوت اور غنی کا یہ عالم تھا کہ کچھ عرصہ قبل ملازمت سے ریٹائرمنٹ لی اور پنشن کی جو رقم موصول ہوئی اس کا قلیل حصہ اپنی ذات پر اور کثیر حصہ ضرورت مندوں کے قرض اور ضرورتیں پوری کرنے میں خرچ کر دیا۔ چاچا جی ہمارے گاؤں میں قائم حضرت شہیدؒ کے والد صاحب کے قائم کردہ مدرسہ کی بھی کفالت فرماتے تھے' اس کے علاوہ بھی بہت سے مدارس کے ساتھ تعاون کا سلسلہ جاری تھا۔ ان کی وفات سے جہاں علاقہ کے بے کس و بے سہارا لوگ ایک مشفق و مربی شخصیت سے محروم ہو چکے ہیں' وہاں یہ ادارہ بھی بے کس و بے سہارا معلوم ہوتا ہے' اس لئے کہ موصوف اکثر اس ادارہ کی اپنی ذاتی رقم سے کفالت فرماتے تھے۔ حق تعالیٰ شانہ ان سب امور حسنہ کو اپنی بارگاہ میں قبولیت کا شرف عطا فرمائے۔

حضرت چاچا جی کا عجیب مزاج تھا۔ ان کا اکثر سفر دوسرے لوگوں کی خیر خواہی اور دینی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ہوا کرتا تھا' خصوصاً تبلیغی جماعت کے سلسلہ میں۔ ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے صاحبزادے مولانا قاری محمد عطاء اللہ مدظلہ (خلیفہ مجاز حضرت لدھیانویؒ) کے مشورہ سے چار ماہ کے لئے تبلیغی جماعت کے ساتھ دعوتی سفر پر تشریف لے گئے۔ اس تبلیغی سفر کے دوران ہی آپ کے برادر عزیز حضرت لدھیانویؒ کی شہادت ہوئی۔ شہادت کی خبر سے مطلع ہونے کے باوجود آپ نے صبر وتحمل اور استقامت کے ساتھ اپنے تبلیغی دورہ کو جاری رکھا۔ چار ماہ تبلیغ میں مکمل کرنے کے بعد آپ کراچی تشریف لائے۔ برادر یوسف' یوسف کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گم کر چکا تھا۔ اس سے قبل جب بھی کراچی کا سفر ہوتا تھا تو اپنے محسن و محبوب (حضرت لدھیانویؒ) کی تصویر دل و دماغ پر آرزوئے دیدار کی بے تابی کے ساتھ سرگرداں ہوتی تھی' ایک امید اور امنگ کے بادل دل کی دنیا پر امنڈ رہے ہوتے تھے کہ چند لمحوں کے بعد حسن یوسف کا یہ تصور اور خواب حقیقی تصویر بن کر سامنے آجائے گا' مگر اس دفعہ یہ تصوراتی تصویر بھی ماند پڑ چکی تھی۔ جدائی کی طوالت نے محبوب بھائی کے نقوش کو دھندلا دیا تھا۔ موصوف ہر سال برادر عزت مآب کی رفاقت وصحبت میں باقاعدگی سے رمضان المبارک کا آخری عشرہ اعتکاف کرنے کے لئے کراچی تشریف لایا کرتے تھے اور یہ سلسلہ ۱۹۸۱ء سے باقاعدہ اور بلا ناغہ جاری تھا جو کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت تک جاری رہا۔ حضرتؒ کی شہادت کے ایک سال بعد بھی آپ اس غرض سے تشریف لائے لیکن حضرتؒ کی جدائی کی تاب نہ لاتے ہوئے آئندہ سال سے جامعہ خیرالمدارس ملتان میں اعتکاف بیٹھنا شروع کر دیا۔ دل کی تسلی کے لئے اعتکاف کا معمول جاری رکھا اور ہر سال اس معمول کو پورا کرتے تھے۔ ملتان میں واقع عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر کے ہر اجلاس کے موقع پر اکابرین کی زیارت اور صحبت اختیار کرنے کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ بزرگوں سے ملاقات اور ان کی زیارت کرنا طبیعت ثانیہ بن چکا تھا۔ جامعہ خیرالمدارس ملتان کی اصلاحی و روحانی مجالس میں

شرکت نہ کرنے کو اپنی محرومی تصور کیا کرتے تھے۔ جامعہ ہٰذا کے جلسہ وغیرہ میں خود بھی شریک ہوتے اور دور دراز سے شرکت کے لئے آنے والے عزیز و اقارب اور مہمانوں کی تین تین دن تک خاطر و تواضع کیا کرتے اور ان کے طعام و قیام کا بوجھ اپنے اوپر لازم کیا کرتے تھے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا حال ہی میں کراچی کا جو آخری سفر فرمایا' یہ بھی ایک دینی تقاضا کے لئے تھا کہ اپنے بھتیجے مولوی حافظ محمد یحییٰ لدھیانوی کی ختم بخاری کی تقریب اور حضرت شہیدؒ کے نواسے حافظ محمد طلحہ بن عبداللطیف طاہر کے نکاح میں شرکت کے لئے کراچی تشریف لائے تھے چونکہ یہ سفر بھی ایک دینی تقاضے کے لئے تھا اس لئے یہ فی سبیل اللہ سفر تھا۔ اللہ کے راستہ میں موت آنا معنوی طور پر شہادت ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ ان کے اس آخری سفر کو آخرت کے لئے ذریعہ نجات بنا کر جنۃ الفردوس میں انہیں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت بھائی جی کی اچانک رحلت سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ کے نیک بندے ہماری بداعمالیوں اور کوتاہیوں کی نحوست سے پریشان ہو کر اپنی استراحت کی جگہ کی طرف منتقل ہو رہے ہیں۔ اللہ کے مقرب بندوں کا کثرت کے ساتھ رخصت ہونا بھی ایک لحاظ سے قرب قیامت کی علامت ہے' کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ:

"نیک لوگ یکے بعد دیگرے اٹھتے چلے جائیں گے اور (انسانیت کی) تلچھٹ پیچھے رہ جائے گی جیسا کہ جو اور کھجور رہ جاتے ہیں' حق تعالیٰ شانہ ان کی پرواہ نہیں کرے گا۔"

یاد رہے کہ دنیا نیک لوگوں کے ہی دم قدم سے آباد ہے۔ اس کی آبادی اور عزت و وقار علم و عمل کی بنیاد پر ہے۔ جوں جوں یہ دونوں چیزیں رخصت ہوتی جائیں گی انسانیت ختم ہوتی چلی جائے گی۔

جو حضرات ان دونوں (علم و عمل) پر عمل پیرا ہوتے ہیں' گویا وہ انسانیت کو جلا دیتے ہیں اور پورے عالم کو زندہ کرتے ہیں' جب ان لوگوں کی موت واقع ہو جاتی ہے تو گویا پورے عالم کی موت واقع ہو جاتی ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ: "موت العالِم موت العالَم۔"

اوپر جو کچھ عرض کیا گیا ہے' اس سے مقصود صرف یاس اور حسرت کے آنسو بہانا نہیں بلکہ اس بات کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ جتنے اللہ تعالیٰ کے مقرب اور نیک بندے اس وقت موجود ہیں' ان کے وجود کو غنیمت سمجھ کر ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جائے۔ افسوس کہ فتنے بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور جن حضرات کا وجود ان فتنوں کے لئے سد راہ تھا' وہ بتدریج اٹھتے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ کے نیک بندوں کے اٹھنے کا غم نہیں ہے' وہ تو مرنے کی خوشی ہی میں جیتے ہیں: "تحفۃ المومن الموت" (مومن کا تحفہ موت ہے)۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ موت کی یاد اور انتظار میں گزرتا ہے۔ موت کا دن ان کے لئے فرحت و خوشی کے لحاظ سے گویا عید کا دن ہوتا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کیا ہوتا ہے اور وہ اس حدیث کے صحیح مصداق بن چکے ہوتے ہیں:

"وہ شخص عقلمند ہے جس نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا اور موت کے بعد کی تیاری کی اور بے وقوف ہے وہ شخص جو اپنے نفس کی خواہشات کے پیچھے پڑے اور جھوٹی آرزوئیں باندھے۔"

حضرت بھائی جی مرحوم نے اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے ایک ایک لمحہ تول تول کر گزارا۔ آپ شب زندہ دار تھے' تہجد کی نماز باقاعدگی سے ادا فرماتے تھے' زندگی کا اکثر حصہ علماء اور صلحاء کی صحبت اور خدمت میں گزارا' خصوصاً اپنے برادر گرامی حضرت لدھیانوی شہیدؒ کی صحبت و خدمت سے خوب خوب استفادہ کیا۔ حضرتؒ کی زیارت اور خدمت کے لئے بے تاب رہتے تھے' راقم الحروف نے خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے کہ حضرت شہیدؒ جب بھی ملتان تشریف لے جاتے اور یہ عموماً عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اجلاس کے سلسلہ میں ہوتا' تو بھائی جی کے گھر قیام فرماتے۔ اسی طرح حضرتؒ اپنے آبائی گاؤں تشریف لے جاتے تو حضرت بھائی جی ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے۔ حضرت شہیدؒ کی ایک ایک بات کو غور سے سنتے اور محبت کی لذت سے محظوظ ہوتے۔ محبت و عقیدت کا یہ عالم تھا کہ حضرتؒ کی خدمت کے حوالے سے ہر کام خود سرانجام دینے کو سعادت دارین خیال کرتے۔ موسم سرما میں تہجد کے وقت اپنے ہاتھوں سے پانی گرم کر کے حضرتؒ کو وضو کرواتے تھے' حضرت شہیدؒ کے ساتھ ساتھ خود بھی تہجد پڑھ لیتے اور نماز فجر سے قبل مختصر ناشتہ بھی کروا دیتے۔ اسی خدمت اور صحبت ہی کا ثمرہ عظمیٰ ہے کہ بھائی جی کی اولاد میں صرف چار بیٹے ہیں اور چاروں کے چاروں حافظ قرآن ہیں' جن میں سے تین متبحر عالم

ہیں۔ اپنی اولاد کی تربیت کا بھی عجیب انداز تھا کہ تمام بچوں کا سبق حفظ کے دوران خود سنتے تھے اور ہر سال رمضان المبارک میں بھی ان سے اپنی نگرانی میں تمام قرآن مجید سنتے تھے۔ قرآن مجید سن کر اور تلاوت کرتے کرتے اتنا رواں ہوگیا تھا کہ اس کا اکثر حصہ خود بخود زبانی یاد ہوگیا تھا اور سنتے ہی غلطی بتادیتے تھے۔ اسی طرح خاندان کے اکثر بچوں کی تعلیم و تربیت بھی حضرت چچا جیؒ نے خود فرمائی ہے۔ تربیت کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ نماز کے وقت مسجد کو جاتے ہوئے تعلیم کے سلسلہ میں سوال و جواب کا سلسلہ جاری رکھتے تھے اور امام صاحب نے جہری نماز میں جو قرأت کی ہوتی' اس کے بارے میں بھی دریافت فرماتے تھے کہ امام نے کون کون سی سورتیں پڑھی تھیں؟ تاکہ نماز میں استحضار کا بھی اندازہ ہو جائے۔ اسی طرح طالب علم کی ہمیشہ حوصلہ افزائی فرماتے' شفیق باپ کی مانند پند و نصائح بھی فرماتے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ زمانہ طالب علمی میں جو تکالیف اور مشقتیں طالب علم اٹھاتا ہے' وہ سب بھول جائیں گی لیکن مشقت سے حاصل کیا ہوا علم باقی رہ جائے گا' جو راحت و سکون کا سبب بنے گا۔

موصوف نے چار بیٹے حضرت مولانا قاری محمد عطاء اللہ صاحب (خلیفہ مجاز حضرت لدھیانوی شہیدؒ) حافظ محمد ثناء اللہ' مولانا قاری محمد ضیاء اللہ صاحب اور مولانا حافظ محمد ذکاء اللہ صاحب ورثاء میں چھوڑے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ ان کے تمام وارثین اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اولاد کو ان کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین۔

☆☆..........☆☆

بقیہ: حضرت امیر معاویہؓ

موسم گرما کے لئے علیحدہ علیحدہ فوج تیار کی گئی جو موسم کے مطابق بھرپور طریقہ سے لڑنے کے قابل تھی' محکمہ پولیس میں اصلاحات کرکے اسے ترقی دی اور مزید منظم کیا' جس کی وجہ سے ہر طرف امن و امان کی فضا قائم ہوئی۔ ڈاک کی تقسیم کے لئے باقاعدہ محکمہ قائم کیا اور تندرست اور تیز رفتار گھوڑوں سے اس نظام کو بے حد مؤثر بنایا گیا۔ نقول ایجنسی قائم کرکے سرکاری خط و کتابت اور فرامین کو محفوظ کرلیا گیا اور باقاعدہ نقلیں جاری کرنے کا طریقہ بھی رائج کیا گیا۔ یہ سارا نظام ایک اعلیٰ افسر کے سپرد کیا گیا' کھنڈر بن جانے والے پرانے شہروں کو پھر سے آباد کیا اور بے شمار نئے شہر بھی بسائے' مسلمانوں کی کئی نوآبادیاں انطاکیہ اور روڈس وارواڑ کے جزیروں میں قائم کی گئیں۔ دنیوی کاموں' ملکی تعمیر و ترقی اور امن و امان کے قیام کے ساتھ ساتھ آپ نے دین کی خدمت کو بھی اپنا شعار بنایا۔ اسلام کی اشاعت وسیع پیمانے پر کی۔ حرم شریف کی خدمت کے لئے خادم مقرر کئے۔ غلاف کعبہ کو دیبا سے آراستہ کیا' مساجد کی تعمیر و ترقی اور ان کی دیکھ بھال وغیرہ حضرت امیر معاویہؓ کی مذہبی خدمات کا ایک جزو ہے۔

۱۹ برس اور چند ماہ خلافت کے بعد ۷۵ برس کی عمر میں حضرت امیر معاویہؓ نے ۲۲/ رجب ۶۰ ہجری کو وفات پائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔'' قرآن مجید اور احادیث نبویؐ کے وارث ہیں اور ان کو اپنے سینوں میں محفوظ کرکے آئندہ نسلوں تک پہنچایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے صحابہ کرامؓ سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا۔

☆☆

کس قدر ہے خوبصورت مسکرانا آپ کا
جاوداں ہر ایک نقش جاودانہ آپ کا
سرورِ کونین ہیں لیکن ہے بستر ٹاٹ کا
سب گھرانوں سے مقدس ہے گھرانا آپ کا
اپنے پہلو میں سلا رکھے ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ
کوئی دیکھے تو سہی یاری نبھانا آپ کا
سینکڑوں صدیوں کی گمراہی سے چھٹکارا ملا
کتنا بابرکت ہے اس دنیا میں آنا آپ کا

اور ہم نے آسمانوں کو زینت دی ستاروں سے
آسمانوں کی زینت ستارے' خواتین کی زینت زیورات
ستارا جیولرز
صرافہ بازار' کھارادر' کراچی فون:745080

وقت کی اہم ضرورت

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ اللہ رب العزت نے دنیا کو دارالاسباب بنایا ہے' ہر چیز کا وجود اور پھر اس کی بقا کو اسباب ظاہری کا محتاج بنایا ہے' گندم کا ایک چھوٹا سا دانہ اگانے کے لئے کسان کو سینکڑوں جتن کرنے پڑتے ہیں' تاجر کو چھوٹی سی دکان بنانے کے لئے کئی اسباب جمع کرنے پڑتے ہیں اور پھر اس دکان کو باقی رکھنے کے لئے مسلسل اس پر مال خرچ کرنا لازمی سمجھا جاتا ہے' جب انفرادی اغراض ومنافع کا حصول انفاق یعنی خرچ کرنے پر موقوف ہے تو ہر صاحب فہم وذکا اندازہ کرسکتا ہے کہ اجتماعی فلاح وبہبود سے وابستہ کسی بھی مقصد کے لئے مال خرچ کرنا کس قدر لازمی اور اس کی بقا وترقی کے لئے کتنا ضروری ہے' خصوصاً دین اسلام کی سربلندی اور استحکام کے لئے جس جانی و مالی تندہی اور کشادہ دلی کی ضرورت ہے' اس کا کوئی تخمینہ نہیں' کیونکہ اسلام ایک ایسا ہمہ جہت' عالمگیر اور وسیع ترین مذہب ہے جو تمام انفرادی' علاقائی' قومی' نسلی اور اقلیمی حد بندیوں سے بالاتر ہے' پس اسلام کی اس وسعت و جامعیت کا یہ تقاضہ ہے کہ اس کا ہر حلقہ بگوش اور نام لیوا شخص اس کے تمام شعبوں کو فعال اور مستحکم رکھنے میں سنجیدگی سے عمل پیرا ہو' جس طرح کامیاب پرچون فروش اور تاجر وہی ہے' جس کی دکان میں روزمرہ استعمال کی ہر چیز وافر مقدار اور مطلوبہ معیار میں موجود ہو' کسی ایک چیز کے بارے میں بھی دکاندار یہ نہیں کہتا کہ مجھے یہ چیز رکھنے کی ضرورت نہیں' کیونکہ مارکیٹ کی دوسری دکانوں میں یہ چیز بسہولت دستیاب ہے' اگر وہ ایسا کہے تو وہ ناقص دکاندار ہے' خریداروں کی توجہ کا مستحق نہیں ہے۔ پس اسی طرح کسی مسلمان کو زیبا نہیں کہ وہ اللہ کے دین کی سربلندی اور استحکام' اس کی ترویج وتبلیغ میں اپنی جان اور اپنا مال خرچ

مولانا محمد اسامہ سرفراز

کرنے سے بخل کرے یا یہ کہے کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والے بہت ہیں' ہمیں خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہمارے اپنے بکھیڑے بہت ہیں' کیونکہ ایسا سوچنے والا جہاں اسلام کی ہمہ جہتی اور جامعیت کا زبان حال سے منکر ہے' وہیں وہ اللہ تعالیٰ کی توجہ بالعنایہ اور رحمت کا بھی بالکل مستحق نہیں' وہ اللہ کے فضل اور کرم سے خود کو محروم کررہا ہے' جس طرح تاجر کا اپنے دکان پر خرچ کرنے سے بخل کرنا' اس کی تجارت کو تباہ وبرباد کردیتا ہے' ایسے ہی مسلمان کا اللہ کے راستے اور اپنے دین پر خرچ سے انحراف کرنا' اس کے دین کو کمزور وناقص کرچھوڑتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ سچائی اور امانت داری سے تجارت کرنے والا اور مال حلال کمانے والا حدیث کی رو سے اللہ کا دوست ہے اور اس کا حشر انبیاء' صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا' لیکن ہمیں دوسری احادیث اور آیات قرآنی کو بھی یاد رکھنا چاہئے' جن میں انفاق فی سبیل اللہ کی بھرپور ترغیب اور اس سے پہلو تہی کرنے والوں پر شدید وعیدیں نازل ہوئی ہیں' جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام تنگ نظری اور خود غرضی کو کس قدر ناپسند کرتا ہے' چنانچہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے "سورۂ ماعون" نازل فرماکر انہی مذموم اوصاف سے بچنے کی طرف اشارہ کیا ہے' اس سورت مبارکہ کی ابتداء میں اللہ تبارک وتعالیٰ تعجب خیز انداز میں فرماتے ہیں:

"تو نے دیکھا اس شخص کو جو دین کو جھٹلاتا ہے۔"

پھر اختتام سورت تک چھ آیات میں دین کے منکرین کی صفات مذمومہ کو ذکر فرمایا' جن میں صفت بخل کی مذمت غالب ہے' جس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ ضرورت مندوں' مساکین مسلمانوں

اور مواقع انفاق پر خرچ نہ کرنا‘ دین کے منکروں کی صفات ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان پر ان رذائل سے بچنا لازم ہے‘ ورنہ زبان قال سے کلمہ‘ نماز کے باوجود زبان حال سے وہ دین کا منکر ہے۔

اسی طرح قرآن کی ”سورۂ تکاثر“ اور ”سورۂ ہمزہ“ میں اللہ تعالیٰ نے مال کو بڑھانے اور بچا بچا کر رکھنے پر وعیدیں نازل فرمائی ہیں۔

سورۂ تکاثر کا مفہوم یہ ہے:

”مال داری پر فخر نے تم کو آخرت سے غافل کر رکھا ہے‘ یہاں تک کہ موت کے بعد تم قبرستان میں پہنچ جاتے ہو‘ یہ مال داری ہرگز قابل فخر نہیں ہے‘ تم کو بہت جلد (قبر میں جاتے ہی) معلوم ہوجائے گا‘ تم کو دوبارہ تنبیہ کی جاتی ہے کہ ہرگز یہ مال داری قابل فخر نہیں ہے‘ تم کو بہت جلد (قبروں سے نکلتے ہی حشر میں) معلوم ہوجائے گا (مال کو اپنے پاس ہی بڑھاتے رہنا) ہرگز اچھا نہیں ہے‘ اگر تم یقینی علم پالو (تو کبھی ایسا نہ کرو) تم جہنم کو ضرور دیکھو گے‘ تم سے دوبارہ کہا جارہا ہے‘ تم دوزخ کو ایسا دیکھو گے کہ چشم دید یقین آجائے گا‘ پھر اس دن تم سے ساری نعمتوں کی پوچھ ہوگی (کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کیا حق ادا کیا)۔“

اور سورۂ ہمزہ کی ابتدا ہی اللہ تعالیٰ نے اظہار غضب سے فرمائی ہے:

”ہلاکت ہے اشاروں سے طعنے دینے والے اور چغلی کرنے والے ہر شخص کے لئے جو مال کو (اپنے پاس) جمع کرتا اور (انتہائی کنجوسی اور لالچ کے مارے) اس کو گن گن کر رکھتا ہے‘ سمجھتا ہے کہ میرا مال مجھے ہمیشہ کی زندگی دیدے گا‘ ہرگز نہیں! وہ ضرور ”حطمہ“ میں پھینکا جائے گا اور تم کیا سمجھو کہ ”حطمہ“ کیا ہے؟ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر جا پہنچتی ہے۔“

یہ اسی بخل پر وعید ہے‘ جس میں ہم مبتلا ہیں‘ یہی وجہ ہے کہ آج اسلام دنیا کے ہر خطے میں کمزور اور مظلوم بنتا جارہا ہے‘ اگر اعمال میں کوتاہی اس کا سبب ہے تو انفاق میں بخل بھی اس کی وجہ ہے‘ ہم بے دلی اور ناخواستگی کے انداز میں زکوٰۃ ادا کرکے یا واجب قربانی کا جانور خرید کر یہ کہتے ہیں کہ یہ وعیدیں اور آیات تو ان کے لئے ہیں جو زکوٰۃ نہ دیتے ہوں‘ حالانکہ متعدد نصوص میں صدقات نافلہ کی ترغیب ہمارے سامنے ہے‘ مثلاً سورۂ مزمل میں ارشاد ربانی ہے:

”اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہو اور جو کچھ تم اپنے لئے (صدقے کی صورت میں) آگے بھیجو گے‘ اس کو اللہ کے ہاں بہتر اور بدلہ میں عظیم تر پاؤ گے۔“

اور سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے:

”کوئی ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے کہ اللہ اس کے بدلے اس کو کئی حصے زیادہ دے گا اور اللہ ہی روزی کو تنگ کرتا اور کشادہ کرتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔“

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ بھی سب کے سامنے ہے‘ جس کے ہر پہلو سے نفلی صدقات اور دین کے استحکام کے لئے خرچ کرنے کا التزام و اہتمام ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت اسی لئے ملی کہ وہ ذاتی مفادات کو تج کر دینی تقاضوں پر مال لٹاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ ”عثمان! آج کے بعد جو کچھ بھی کرتا رہے اس کو کوئی ضرر نہیں۔“ صرف زکوٰۃ کی ادائیگی پر تبصرہ نہیں تھا۔

معلوم ہوا کہ جب دین کا کوئی ایک شعبہ بھی تقاضہ کرے تو ہر مسلمان کو حتی الوسع اس کی بقا اور مضبوطی کے لئے اپنی جان اور مال بے دریغ لگا دینے چاہئیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۂ صف میں اسی کو نجات دلانے والی تجارت فرمایا ہے کہ اللہ و رسول پر ایمان رکھتے ہوئے‘ اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال کو کھپاؤ‘ یہی وہ تجارت ہے جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا سکتی ہے۔

جو شخص اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے‘ حدیث کے بموجب فرشتے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! اس کے مال کو بڑھا‘ اور جو شخص اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا‘ فرشتے اس کے لئے بددعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! اس کے مال کو گھٹا دے۔

انفاق فی سبیل اللہ کا فائدہ خود خرچ کرنے والے کو ہے‘ اللہ کی ذات تو غنی ہے‘ اس کی راہ میں خرچ کرنے پر آخرت کے انعامات تو ملتے ہی ہیں‘ دنیا میں بھی کتنے فوائد ہیں‘ اس سے ہم غافل ہیں‘

باقی صفحہ 26پر

مرسلہ: مولانا محمد نذر رحمانی

عورت

پوپ نے چھوٹے پادری کا امتحان لینے کے لئے اسے حضرت مریمؑ کی تعریف کرنے کا حکم دیا، پادری پوپ کے سامنے کھڑا ہوا، گاؤن کی پیٹی کھول کر دوبارہ باندھی، سینے پر صلیب کا نشان بنایا اور پھر آنکھیں بند کرکے بولا: ''فادر! عیسیٰ کی ماں ہونے کے بعد مریم کو کسی دوسری تعریف کی ضرورت نہیں۔'' ایک مدت بعد جب ڈاکٹر علی شریعتی سے اس سے ملتا جلتا سوال کیا گیا تو مفکر ایران نے مسکرا کر کہا، حضرت فاطمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں، لیکن پھر سوچا: نہیں! آپ کا اس کے علاوہ بھی ایک مقام ہے، سوچا: فاطمہ حسینؓ کی والدہ ہیں لیکن پھر سوچا: نہیں! آپ کا اس کے علاوہ بھی ایک مقام ہے، سوچا: فاطمہؓ خاتون جنت ہیں لیکن پھر سوچا: نہیں! آپ کا اس کے علاوہ بھی ایک مقام ہے، قصہ مختصر صاحبو! میں سوچتا چلا گیا، سوچتا چلا گیا، جب تھک گیا تو بات یہیں پر آکر ختم ہوئی: فاطمہ از فاطمہؓ

اکثر ایسا ہوتا جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلنے لگتے تو وہ اپنے ننھے ہاتھوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی پکڑ کر ساتھ چلنے کی ضد کرتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفقت سے سر پر ہاتھ پھیر کر فرماتے: بیٹا! یہ خواہش کیوں؟ تو وہ آنکھوں میں آنسو بھر کر فرماتیں: بابا جان! مجھے خطرہ ہے کہیں آپ کو کفار مکہ اکیلا جان کر نقصان نہ پہنچا دیں۔ یہ بھی ہوتا تھا کہ جب پائے مبارک میں کافروں کے بچھائے کانٹے چبھ جاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناخن مبارک سے کھینچتے لیکن نوکیلے سرے ٹوٹ کر گوشت ہی میں رہ جاتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو وہ اپنی ننھی انگلیوں سے پائے مبارک کے کانٹے کھینچ جاتیں اور سسکیاں بھرتی جاتیں، یہ بھی ہوتا تھا کہ جب کفر کے غرور میں جلتا بعض اہل مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر آلودگی پھینک دیتے تو حضرت فاطمہؓ

جاوید چوہدری

اپنے ہاتھوں سے اسے صاف کرتیں، گرم پانی سے سر مبارک دھوتیں اور یہ بھی ہوتا تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر واپس آتے تو حضرت فاطمہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دستار مبارک کھول کر بالوں میں تیل لگاتیں، کنگھی کرتیں اور اپنی بھیگی ہوئی آواز میں کہتیں: ''بابا جان! فکر نہ کریں، ہمارا رب ہمارے ساتھ ہے۔'' باپ بیٹی میں انسیت بھی تو بہت تھی، آپؓ کی رخصتی کے بعد بھی کوئی دن ایسا نہیں گزرا جب آپؐ نے بیٹی کا دیدار نہ کیا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوشش کرکے اس راستے سے گزرتے جس پر حضرت علیؓ کا گھر تھا، جب حضرت فاطمہؓ کی طبیعت ناساز ہوتی تو محبوب خداؐ بے چین ہو جاتے اور آپ تھیں بھی تو انوکھی، حضرت علیؓ کے گھر میں قدم رکھتے ہی سارے گھرانے کا کام سنبھال لیا، گھر میں جھاڑو دیتی تھیں، کنویں سے پانی لاتی تھیں، جانوروں کو چارہ ڈالتی تھیں، آٹا پیستی تھیں، برتن دھوتی تھیں، کپڑے سیتی تھیں، کھجوریں صاف کرتی تھیں اور حضرت علیؓ کے ہتھیار تیز کرتی تھیں، جب بہت غربت تھی تو بھی حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو اس شان سے بنا سنوار کر گھر سے باہر بھیجتیں کہ یوں محسوس ہوتا جیسے یہ دونوں مدینہ کے سب سے بڑے رئیس کے بچے ہیں، میں جب مقام فاطمہؓ کے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھے حیات اقبال کا وہ واقعہ یاد آجاتا ہے، جب شاعر مشرق اپنے استاد میر حسن کا نام ''شمس العلماء'' کے خطاب کے لئے پیش کرتے ہیں، کمیٹی کے ارکان پوچھتے ہیں: ان کی تصنیف کیا ہے؟ تو علامہ اقبال اپنی طرف اشارہ کرکے کہتے ہیں: ''میں ہوں ان کی تصنیف۔'' ہم اس مثال کو ذہن میں رکھ کر خود سے سوال کریں تو ہمیں کربلا کے میدان میں کھڑے حسینؓ حضرت فاطمہؓ کے مقام کا تعین کرتے نظر آتے ہیں، جن کے دس دن آج تک چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں: ''ہاں! میں ہوں فاطمہؓ کی تصنیف۔''

محترم قارئین! ۸/ مارچ حقوق نسواں کا عالمی دن تھا، اس روز بھی گزشتہ برسوں کی طرح پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں غیر ملکی خوشبویات سے معطر الٹرا ماڈرن خواتین نے آزادی نسواں کے لئے سیمینار کئے، ان میں سے ہر مقررہ نے ''مردوں کے زیر تسلط'' اس معاشرے پر خوب بگڑ

اچھالا' عورت کے حقوق' عورت کی آزادی اور عورت کی برابری کے لئے نعرے لگائے۔ پاکستانی عورت کے بارے میں امریکہ' یورپ' آسٹریلیا اور مشرق بعید کی مرتب کردہ رپورٹوں کے حوالے دیئے گئے' زچگیوں کے دوران مرنے والی خواتین' خاوندوں کے ہاتھ پٹنے والی عورتوں اور گھروں سے بھاگنے والی لڑکیوں کی داستانیں سنائی گئیں اور اس ملک کی عورت کا' جو غربت کے ۱۲۷ ویں نمبر پر ہے' جس کے ۲ کروڑ ۳۶ لاکھ ۲۶ ہزار لوگ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں' کا تقابل "مس یورپ" سے کیا گیا' لیکن ان بھرے بھرائے ہالوں میں کوئی ایک بھی ایسی خاتون نہیں تھی جس نے حضرت فاطمہؓ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہو' جو بچی تھیں تو نسل انسانی کے سب سے بڑے انسان کے زخم دھوتی تھیں' جوان تھیں تو اپنے دور کے سب سے بڑے شجاع کو زرہ بکتر پہناتی تھیں اور جو خاتون تھیں تو تاریخ اسلام کے سب سے بڑے شہید کی پرورش کرتی تھیں اور جنہوں نے زندگی نے' وقت نے' معاشرے سے عمر بھر کچھ نہیں لیا' صرف اسے دیا ہی دیا۔ یہ سچ ہے کہ "مردوں کی برتری" کے اس معاشرے میں عورت کو وہ مقام حاصل نہیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لے کر حضرت علیؓ تک کے ادوار میں تھا' لیکن اس کے باوجود اس معاشرے میں عورت کو جو پروٹوکول دیا جاتا ہے وہ شاید یورپ کی عورت کو ایک ہزار سال بعد بھی نہ مل سکے۔ آج بھی لوگ پرائی عورت کو دیکھ کر نظریں نیچی کرلیتے ہیں' بسوں میں ان کے لئے نشست خالی کردیتے ہیں' ان کی موجودگی میں سگریٹ نہیں پیتے' ان سے عزت و احترام سے مخاطب ہوتے ہیں' آج بھی لوگ بیٹی پیدا ہوتے ہی شراب چھوڑ دیتے ہیں' جوا اور بری صحبت ترک کردیتے ہیں' آج بھی لفظ "بھائی" سن کر لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں' آج بھی لوگ عورت کے ساتھ زیادتی پر سڑکوں پر آجاتے ہیں' آج بھی لوگ ایک زنانہ چیخ پر اپنے ہم جنسوں سے لڑپڑتے ہیں' آج بھی لوگ ماں' بہن اور بیٹی سے تلخ کلامی کرنے والے مرد کو پاس نہیں بیٹھنے دیتے' آج بھی گھروں میں بوڑھی ماؤں' دادیوں اور نانیوں کو "نیوکلیس" (مرکز) کی حیثیت حاصل ہے اور آج بھی اس "قدامت پرست" معاشرے میں عورت اتنی "سیف" (محفوظ) ہے جتنی یورپ کے جنگلی معاشروں میں بھی محفوظ نہیں تھی۔ پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ عورتیں کون ہیں؟ جو اسلام آباد میں بیٹھ کر ان "فاطماؤں" کے لئے اس یورپ جیسی آزادی طلب کررہی ہیں؟ جہاں عورت کو انڈسٹری کی حیثیت دی جاتی ہے' جہاں مرد وراثت اور اخراجات کے ڈر سے زندگی بھر کی "رفاقت" کے باوجود عورت کو بیوی کا درجہ نہیں دیتے' جہاں ایک ہی عورت کے مختلف بچوں کے رنگ اور ناک نقشے آپس میں نہیں ملتے' جہاں عورت بیٹی' بہن' بیوی اور ماں نہیں فقط "پارٹنر" ہے۔ جب یہ چند نا سمجھ خواتین اس مغرب جیسی آزادی طلب کرتی ہیں' جس میں اب طلاق' جنس اور ناجائز بچوں کے سوا کچھ نہیں تو میں کہتا ہوں: "افسوس! میڈونا اور الزبتھ ٹیلر جیسی زندگیوں کی خواہش کرنے والی عورتیں بھول گئیں کہ ان کی تاریخ میں ایک فاطمہ بھی تھیں...... اصلی اور سچی عورت۔"

☆☆..........☆☆

بقیہ: وقت کی اہم ضرورت

مثلاً فرشتوں کا برکت کے لئے دعا کرنا' مصائب و آفات کا ٹل جانا' بیماریوں کا زائل ہونا' صدقات والے مال میں اضافہ ہونا' چنانچہ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے:

"اللہ تعالیٰ سود کو گھٹاتے اور صدقات کو بڑھادیتے ہیں۔"

معلوم ہوا کہ صدقہ کرنے والے کو اس کا مال کافی ہوجاتا ہے' بلکہ ضروریات سے زائد ہی رہتا ہے جبکہ سود خور جتنا بھی جمع کرلے اس کی ضروریات ہی پوری نہیں ہوتیں۔

ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص اللہ کی راہ میں کھجور کے برابر صدقہ کرتا ہے' تو اللہ ایسے قدردان ہیں کہ اس کی بہت رحمت و قبولیت سے پرورش کرتے اور اس کو بڑھاتے ہیں جیسا کہ کوئی شخص گھوڑے یا اونٹ کے چھوٹے سے بچے کو لیتا ہے' اس کو بہت اہتمام سے پال پوس کر بہت طاقتور اور بڑا کرلیتا ہے' حتیٰ کہ صدقہ کرنے والا قیامت کے دن اس بقدر کھجور صدقے کو پہاڑ کے بقدر پائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام فضائل و وعیدات پر کامل یقین نصیب فرمائے اور دین پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیے اور ہمیں یہ سمجھ نصیب فرمائے کہ دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں' ایک کو خوش کریں گے تو دوسری سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے' یہ دو پلڑے ہیں' اگر مال کو دنیا کے پلڑے میں ہی بھرتے رہے تو آخرت کا پلڑا "ہوا" ہوجائے گا' پھر موت دنیا کا پلڑا بھی چھین لے گی' تو کیوں نہ آخرت کا مضبوط اور پائیدار پلڑا ابھارا جائے۔

☆☆.....☆.....☆☆

رعایتی قیمت

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

رعایتی قیمت

قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ پروفیسر محمد الیاس برنیؒ قیمت: 150 روپے	مقدمہ قادیانی مذہب پروفیسر محمد الیاس برنیؒ قیمت: 75 روپے	خاتم النبیین علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ قیمت: 75 روپے	رئیس قادیان مولانا محمد رفیق دلاوریؒ قیمت: 100 روپے	آئینہ قادیانیت مولانا اللہ وسایا قیمت: 50
تحفۂ قادیانیت (جلد اول) مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ قیمت: 150 روپے	تحفۂ قادیانیت (جلد دوم) مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ قیمت: 150 روپے	تحفۂ قادیانیت (جلد سوم) مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ قیمت: 150 روپے	تحفۂ قادیانیت (جلد چہارم) مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ قیمت: 150 روپے	تحفۂ قادیانیت (جلد پنجم) مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ قیمت: 150
احتساب قادیانیت (جلد اول) مولانا لال حسین اخترؒ قیمت: 100 روپے	احتساب قادیانیت (جلد دوم) مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ قیمت: 125 روپے	احتساب قادیانیت (جلد سوم) مولانا حبیب اللہ امرتسریؒ قیمت: 125 روپے	احتساب قادیانیت (جلد چہارم) علامہ کشمیریؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت میرٹھیؒ قیمت: 125 روپے	احتساب قادیانیت (جلد پنجم) مولانا سید محمد علی مونگیریؒ قیمت: 125 روپے
احتساب قادیانیت (جلد ششم) قاضی سلمان منصور پوری، پروفیسر یوسف سلیم چشتی قیمت: 125 روپے	احتساب قادیانیت (جلد ہفتم) مولانا سید محمد علی مونگیریؒ قیمت: 125 روپے	احتساب قادیانیت (جلد ہشتم) مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ قیمت: 125 روپے	احتساب قادیانیت (جلد نہم) مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ قیمت: 125 روپے	احتساب قادیانیت (جلد دہم) مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ قیمت: 125 روپے
قومی تاریخی دستاویز مولانا اللہ وسایا قیمت: 100 روپے	قادیانی شبہات کے جوابات مولانا اللہ وسایا قیمت: 60 روپے	رفع و نزول عیسیٰ علیہ السلام مولانا عبداللطیف مسعودؒ قیمت: 100 روپے	سوانح مولانا تاج محمودؒ صاحبزادہ طارق محمود قیمت: 100 روپے	اٹھارہ اہم پیشگوئیاں مولانا محمد اقبال رنگونی قیمت: 20 روپے

نوٹ: تحفۂ قادیانیت مکمل سیٹ 600 روپے' احتساب قادیانیت مکمل سیٹ 1,000

ڈاک خرچ کتب منگوانے والے حضرات کے ذمہ ہوگا

پتہ: ناظم دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت' حضوری باغ روڈ' ملتان فون: 514122

REGD. NO. SS-160

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت سے تعاون

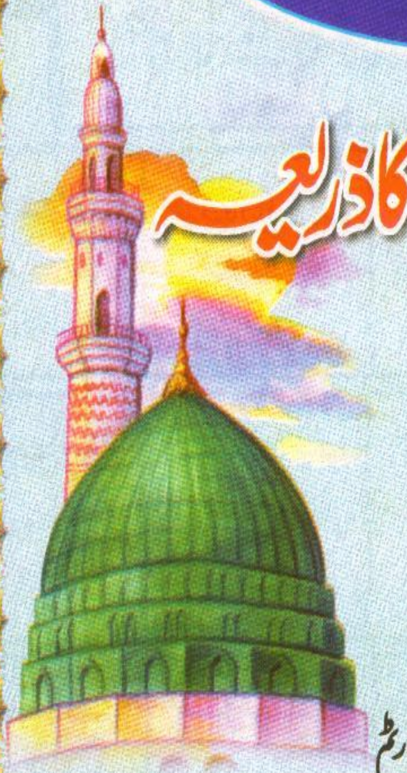

شفاعتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدباب
- عدالتوں میں قادیانیت سے متعلق مقدمات کی پیروی
- سینکڑوں مساجد و مدارس کے ذریعہ مبلغین کی تیاری
- دفاترِ ختمِ نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختمِ نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام صدقاتِ جاریہ میں شرکت کے لئے
زکوٰۃ، صدقات، خیرات، فطرہ، عطیات عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کو عنایت فرمائیں

ترسیل زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

فون: 514122-583486 فیکس: 542277
اکاؤنٹ نمبر: 3464 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ، ملتان۔

جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

فون: 7780337 فیکس: 7780340
اکاؤنٹ نمبر: 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ

نوٹ: مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں

نوٹ: رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے

اپیل کنندگان:

(مولانا) خواجہ خان محمد	سید نفیس الحسینی	(مولانا) عزیز الرحمن
امیر مرکزیہ	نائب امیر مرکزیہ	ناظم اعلیٰ